پیغام

بے چینیوں کا علاج

از: مولانا محمد شاکر نوری (امیر سنی دعوت اسلامی)

آج اگر پوری دنیا کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات نظر آئے گی کہ ہرانسان ڈپریشن کی بیماری میں مبتلا ہے، بے چین ہے، کسی انسان کے دل کو کہیں سکون نہیں۔ اپنے ملک کو چھوڑ کر لوگ دیگر ممالک کا سفر کرتے اور یہ سوچتے ہیں کہ جب دولت کی ریل پیل ہوگی اور آسائش کے سارے سامان مہیا ہوں گے تو ہم زندگی کے سارے غم بھول جائیں گے اور چین کی دولت ہمیں مل جائے گی لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اس دولت سے وہ غربت اچھی تھی کہ چٹائی پر چین کی نیند تو آتی تھی۔ ان کی کیفیت تو یہ ہے کہ مال تو آ گیا محل تو مل گئے اور عیش وعشرت کے سارے سامان تو مل گئے لیکن قلب ویران ہو گیا، دل کا سکون چھن گیا اور اطمینان کی دولت گھروں سے رخصت ہوگئی۔ آخر سب چیزوں کے ملنے کے بعد یہ چین کہاں چلا گیا؟ اس اطمینان کی دولت سے محرومی کیوں میسر آ گئی؟ اس بات کو ذہن نشیں کر لیں کہ مادی چیزوں سے سکون نہیں ملتا سکون تو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے ملا کرتا ہے۔ وہ لوگ جو اس وقت برائیوں کے مراکز پر ہوں گے، ان کی روح بھٹک رہی ہوگی، ان کا قلب مضطرب ہوگا اور ان کی طبیعت میں اضمحلال ہوگا لیکن وہ لوگ جو اس وقت ذکرِ الٰہی اور ذکرِ رسول میں مشغول ہوں گے وہ تو یہ سوچتے ہوں گے کہ اگر اس عالم میں موت بھی آ گئی تو ایسی موت کا ہم استقبال کرتے ہیں اس لیے کہ گناہوں میں سکون کا متلاشی انسان کبھی سکون نہیں پا سکتا۔

آج سوسائڈ (Suicide) کرنے والوں، خودسوزی کرنے والوں اور دنیا کی الجھنوں سے پریشان ہو کر اپنی جان دینے والوں کی تعداد غریبوں سے زیادہ سرمایہ داروں کی ہے کیوں کہ جب خطِ افلاس پر زندگی گزارنے والا انسان بے چین اور بے قرار ہو جاتا ہے تو مسجد میں حاضر ہو کر، دینی مراکز پر حاضر ہو کر، صلحا کی بارگاہوں میں حاضر ہو کر، اولیائے کرام کی بارگاہوں میں حاضر ہو کر اور اللہ اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کر کے سکون واطمینان کی دولت حاصل کر لیتا ہے لیکن سرمایہ دار طبقہ جب بے قرار ہوتا ہے تو اللہ کی نافرمانی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کے کاموں میں اپنے لیے سکون تلاش کرتا ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ جن کاموں میں اللہ اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی ہے ان میں بندوں کو کبھی سکون کی دولت میسر نہیں آ سکتی آخر کار وہ چاروں جانب سے محروم ہو کر خودکشی پر مجبور ہو جاتا ہے۔

ہمیں اس بات پر غور کرنا ہے کہ انسان بے چین کیوں ہے؟ ہم حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مبارکہ سے پہلے کے دور کا جائزہ لیں اس دور کے لوگ بھی بے چینی اور بے قراری کے شکار تھے وہ بھی تڑپتے تھے وہ بھی بلکتے تھے لیکن میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو سکون کی ایسی دولت عطا فرما دی کہ وہ تخت پر ہوتے تب بھی مطمئن رہتے اور بوسیدہ جھونپڑی میں ہوتے تب بھی ان کے چہرے پر طمانیت قلبی کے خوش نما آثار نظر آتے۔ اس سے پتہ چلا کہ بے قرار وہ ہوتا ہے جو اللہ عزوجل اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت وفرماں برداری نہیں کرتا۔

ڈپریشن (Depression) اور اپنی اضطرابی کیفیت سے کنارہ کشی کے لیے ہمیں نہ ڈرگس (Drugs) کی طرف بڑھنے کی ضرورت ہے، نہ مووی (Movie) کی طرف، نہ فلم بینی کی طرف اور نہ ہی عیاشیوں کے اڈوں کی طرف۔ آ جاؤ اپنے رب کی طرف اور اپنے رسول کی طرف، یہیں سے تمہیں سکون کی دولت ملے گی۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آج جس کے پاس اسلام کی دولت نہیں ہے وہ تو بے چین ہے ہی لیکن مسلمان کیوں بے چین ہے؟ مسلمان اس لیے بے چین ہے کہ اس نے بھی بے چین لوگوں کا طریقہ اختیار کر لیا ہے۔ اگر مسلمان ان کے طریقے کی بجائے نبی کے طریقے کو اپناتا تو زندگی کے کسی مرحلے میں بے چین نہ ہوتا۔ آج ضرورت اس بات کی ہے کہ ہمارے دلوں میں حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے والہانہ محبت پیدا ہو جائے۔ اگر ہم نے یہ تہیہ کر لیا اور فرامین رسول کے مطابق اپنی زندگی گزارنے لگے تو ہمیں سکون واطمینان کی دولت تلاش کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی بلکہ ہم جہاں کہیں بھی ہوں گے اللہ عزوجل ہمیں طمانیتِ قلب اور راحتِ دل عطا فرمائے گا۔

(......)

اداریہ

فکرِ رضا کی شفافیت، عہدِ نو اور ہم

از: محمد توفیق احسن برکاتی مصباحی

چودہویں صدی ہجری کے عظیم المرتبت، جلیل القدر، عرب وعجم میں یکساں مقبولیت رکھنے والے آفاقی مجددامام احمدرضا قادری بریلوی قدس سرہ اپنی اسلامی فکر، دینی نظریہ، صالح تہذیبی وتمدنی جمالیاتی اقدار اور عشق نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا گہرا ادراک رکھنے کی وجہ سے آج کے اس دور کشاکش میں بھی عمدہ اسلامی نظریہ، دینی روایات اور عشق رسالت کا خوب صورت استعارہ بن کر افق علم وآگہی پر جگمگاتے دکھائی دیتے ہیں۔ ان کے فکری میلانات اور دینی خیالات میں جھول نہیں ہے، بلکہ وہ شفافیت وعمدگی وشائستگی کا ایسا آئینہ خانہ ہیں جس میں ہم عہد رسالت سے لے کر عصر جدید کے اسلامی تمدن ومذہبی ثقافت اور صالح روایات کا چمکتا چہرہ صاف طور پر دیکھ سکتے ہیں۔ ان کے افکار وخیالات اور احساسات وادراکات میں خیر القرون میں انجام دی جانے والی مذہبی سرگرمیوں اور کارگزاریوں کا پورا نقشہ منقش تھا اور وہ زندگی بھر ایک مشن کے طور پر اپنی زبان وقلم سے اسی نقشے میں رنگ بھرنے کی کوشش کرتے رہے اور فضل الٰہی سے کامیاب وکامران بھی رہے۔ ایسا اس لیے ہوا کہ وہ جس نصب العین کو چن کر پوری دل جمعی کے ساتھ عملی اقدام کر رہے تھے اس کی صداقت وحقانیت پر انہیں پورا وثوق اور اعتماد کلی حاصل تھا، وہ خود اعلیٰ اجتہادی صلاحیتوں سے مالا مال تھے اور اسلاف مجتہدین، محدثین، مفکرین اور فقہائے متبحرین کی افکار وتحقیقات سے ان کا رشتہ استوار تھا اور مذہبی ودینی سرچشمہ قرآن وحدیث کے معانی ومطالب پر انہیں کامل درک حاصل تھا۔ انہوں نے حق کو حق سمجھا اور باطل کو باطل گمان کیا، حق کی اشاعت وترویج کے لیے بھرپور جدوجہد کی اور باطل کی تردید کے لیے کسی لومہ لائم کی پروانہ کی، ان کی ذات پر حملہ ہوا تو خاموشی سے سہہ لیا مگر جب عقائد اسلامی اور نصوص قطعیہ میں خرد برد کیا گیا، عظمت رسالت پر حرف گیری کی گئی تو سراپا مجاہد بن گئے، اپنے قلم زرنگار کو سیف ذوالفقار بنالیا۔ اللہ عزوجل کی ذات وصفات اور رسول اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علوم واختیارات اور نبوت ورسالت کے حوالے سے قرآن کے اجماعی معنی کو چھوڑ کر من گھڑت تاویلات اور ایمان سوز رجحانات سامنے آئے تو سراپا جلال بن گئے۔ اگرچہ بعض نکتہ چینیوں نے ان پر شدت پسندی کا الزام لگایا اور انہیں مسئلہ تکفیر میں لعن طعن سہنا پڑا لیکن امام احمدرضا قادری نے وہی کیا جو قرآن وحدیث اور اسوۂ صحابہ وتابعین کے اندر پیش کیے گئے اسلوب دعوت کا لازمی تقاضا تھا جس میں کسی طرح کی رورعایت کی گنجائش ہی نہیں تھی۔ اس طرز عمل کو فتنہ پروری، اختلاف وانتشار کا نام دینے والا قطعی طور پر تاریخ اسلام سے ناآشنا کہا جائے گا وہ کسی بھی طرح اسلام اور مسلمانوں کا ہمدرد ومونس نہ مانا جائے گا، یہی وجہ ہے کہ جب احباب میں سے کسی نے امام احمد رضا سے گزارش کی کہ زبان وبیان میں کچھ نرمی لائی جائے، تو آپ کا جواب تھا کہ اگر حکومت اسلامیہ ہوتی تو ان مرتدین کا حکم قتل تھا یعنی حاکم اسلام ان گستاخوں سے جہاد بالسیف کرتا، حاکم اسلام اور حکومت اسلامیہ نہ ہونے کی صورت میں ان سے جہاد بالقلم تو ہی سکتا ہوں، سو کر رہا ہوں۔

امام احمدرضا نے اپنے قلم کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے خود ہی لکھا ہے۔

کلک رضؔا ہے خنجر خوں خوار برق بار
اعدا سے کہہ دو خیر منائیں نہ شر کریں

خامۂ رضا نے انتہائی جرأت وہمت کے ساتھ کامل امانت داری کا ثبوت پیش کرتے ہوئے فتنوں کا استیصال کیا، بدعات وخرافات کا ڈٹ کر مقابلہ کیا، تعلیمات اسلامیہ کو بدنظمی اور انتشار سے محفوظ کیا اور اسلام کی شفافیت کو نمایاں طور پر پیش کیا۔ جبھی تو فکر امام احمد رضا کو فکر اسلامی کے ساتھ جوڑ دیا گیا اور عہد رضا سے لے کر اب تک ان کی ذات برصغیر ہند وپاک میں اسلام وسنیت کی علامت بن کر اپنی اصلیت ومذہبیت کا علم بلند کر رہی ہے، اس لیے یہ کہنا کہ فکر رضا امام

احمد رضا کی ذاتی فکر کا نام ہے قطعاً غلط اور حقائق کا انکار ہے۔فکر رضا دراصل اسلامی فکر ہے ،مذہبی نظریہ ہے ،تعلیمات اسلامی سے ہٹ کر کچھ بھی نہیں ہے اور اگر کوئی قرآن وحدیث سے مقابلہ کرتی ہوئی فکر پیش کرتا ہے اور اسے فکر رضا کا نام دیتا ہے تو وہ بہت بڑا مجرم ہے اور امام احمد رضا کی روح کو زک پہنچانے کا کام کر رہا ہے۔اللہ عزوجل ہمیں اس طرح کی مجرمانہ جسارت سے بچائے۔آمین

امام احمد رضا قدس سرہ نے جب اپنے وصایا شریف میں اس بات کی وضاحت کی کہ:

''میرا دین ومذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے''(وصایا شریف مشمولہ الملفوظ کامل ص۸/،ادبی دنیا دہلی)

تو مخالفین رضا کو لگے ہاتھوں اعتراض وایراد کا بہت بڑا مسالہ مل گیا اور انہوں نے کھلے لفظوں میں اس بات کا اعلان واظہار کر دیا کہ امام احمد رضا ایک نئے دین ومذہب کے بانی ہیں،جبھی تو وصایا میں انہوں نے ''میرا دین ومذہب'' کا لفظ استعمال کیا اور بانی مذہب آخر ہونے پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔میں جملہ قارئین کرام سے ایک سوال پوچھتا ہوں کہ اگر میں کہوں کہ آپ کا دین ومذہب کیا ہے؟ تو یقیناً آپ کا جواب ہوگا کہ ''دین اسلام ہے'' یا آپ مجھ سے پوچھیں کہ آپ کا مذہب کون سا ہے؟ تو جواب یہی ہوگا کہ میرا مذہب اسلام ہے۔کیا دونوں جوابات سے آپ یا میں کسی نئے مذہب کے بانی مانے جائیں گے ؟ہرگز نہیں،ہوش مند اور غیر جانب دار تجزیہ نگاران الزامات پر ضرور قہقہہ لگائے گا اور ان معترضین کو مشورہ دے گا کہ تم چند سالوں کے لیے انڈمان چلے جاؤ۔

صرف تین شہادتیں میں قارئین کے روبرو پیش کر رہا ہوں جو حقیقت کی حقیقی معنوں میں تصویر کشی کریں گی۔

۱۔مولانا سلیمان ندوی جو اہل حدیث مکتب فکر کے حامل ہیں انہوں نے ''حیات شبلی'' میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے بعد نمایاں ہونے والے دو گروہوں کی نشاندہی کے بعد ایک تیسرے گروہ کے چہرے سے نقاب ہٹایا ہے اور تحریر کیا ہے ''ان دو کے علاوہ ایک تیسرا سلسلہ بھی تھا،تیسرا فریق وہ شدت کے ساتھ اپنی روش پر قائم رہا اور اپنے آپ کو اھــل الســنــہ کہتا رہا۔اس گروہ کے پیشوا زیادہ تر بریلی اور بدایوں کے علما تھے''(حیات شبلی ص۴۶)

۲۔مسلک اہل حدیث کے نمائندہ عالم دین ثناء اللہ امرتسری نے ۱۹۳۷ء میں اپنی کتاب ''شمع توحید'' میں اس حقیقت کو یوں بیان کیا ہے ''امرتسر میں مسلم آبادی غیر مسلم آبادی (ہندو سکھ وغیرہ) کے مساوی ہے،اسّی سال قبل یہاں سب مسلمان اسی خیال کے تھے جن کو بریلوی حنفی خیال کیا جاتا ہے۔(شمع توحید،ص۴)

۳۔مشہور مورخ شیخ محمد اکرام لکھتے ہیں ''انہوں (امام احمد رضا) نے نہایت شدت کے ساتھ قدیم حنفی طریقوں کی حمایت کی''(موج کوثر ص۷/،طبع ہفتم ۱۹۳۰ء)

یہ شہادتیں بتا رہی ہیں کہ امام احمد رضا کسی نئے مذہب ومسلک کے بانی نہ تھے بلکہ اسی مسلک کے پیروکار تھے جو شاہ عبدالحق محدث دہلوی ،اسلاف کرام ،صحابہ وتابعین وائمہ مجتہدین کا تھا۔اب بھی کسی کو شبہہ ہو تو امام احمد رضا کا دین ومذہب جو ان کی کتب سے ظاہر ہے خود ان کی مطبوعہ چار سو سے زائد کتابوں ،فتاویٰ اور ان پر لکھی گئی آٹھ سو سے زائد کتابوں اور پی ایچ ڈی کے مقالوں کو پڑھ کر اپنے شبہات کا ازالہ کر سکتا ہے۔مجھے یقین ہے کہ اب اسے قبول حق میں تامل نہ ہوگا۔

اس لیے نہ تو فکر رضا،نظریہ رضا،تعلیمات رضا،خیالات رضا کو غیر اسلامی قرار دیا جا سکتا ہے نہ ہی غالبیات واقبالیات کے بالمقابل علمی اصطلاح ''رضویات'' کو قرآن وسنت سے الگ کوئی نئی فرع علم کہا جا سکتا ہے۔

اس سلسلے میں حضرت علامہ سید وجاہت رسول قادری ایڈیٹر معارف رضا کراچی وسرپرست اعلیٰ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل کراچی اپنے ایک مقالے ''رضویات کا اصطلاحی مفہوم اور تقاضے'' میں رقم طراز ہیں:

''دیکھا جائے تو رضویات کا اصل منبع قرآن وسنت ہیں،اس لیے یہ کوئی نئی فرع علم نہیں ہے ،امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کی تحریر وفکر کی تمام تابانیاں وجولانیاں قرآن حکیم اور اعلم کائنات ،عالم ماکان ویکون کے نور کا پرتو ہیں۔وہ علم مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صاف مصفی سرچشمہ سے سیراب اور ائمہ کرام بالخصوص امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بحر علم سے فیضیاب ہیں بلکہ دور جدید میں حنفی المذہب اور صحیح العقیدہ ہونے کی آپ ہی

شناخت ہیں‘‘(سہ ماہی رضا بک ریویو، پٹنہ، شمارہ ۲،ص ۳۸)
جہاں تک امام احمد رضا کے فکری کینوس کی وسعت ورنگارنگی اور علمی تنوع کی بات ہے تو اس سلسلے میں یہ کہا جاسکتا ہے اور یہ حقیقت بھی ہے کہ اللہ عزوجل نے انہیں اپنے فضل خاص سے ان گنت علم وفن کا بحر ذخار بنادیا تھا اور ان علوم وفنون کے تعلق سے ایسے ایسے موضوعات کی نشاندہی فرمادی تھی کہ جہاں عقل وخرد کو حیرانی ہونے لگتی ہے لیکن جب ایک ذی ہوش محقق کھلی آنکھوں سے حقائق کی تہہ میں اتر کر ان کا مشاہدہ وتجزیہ کرتا ہے تو برملا اعتراف کرتا دکھائی دیتا ہے کہ اللہ عزوجل نے انہیں علم لدنی عطا فرمایا تھا، یہ تو امام اعظم ثانی معلوم ہوتے ہیں، سہی معنوں میں یہ ذات نوبل پرائز کی حقدار ہے‘‘ وغیرہ وغیرہ۔

امام احمد رضا کا عہد انیسویں صدی کے نصف اخیر سے لے کر بیسویں صدی کے ربع اول پر محیط ہے۔ یہ وہ زمانہ ہے جس میں انگریز سامراجیت پورے ہندوستان کے تمام تہذیبی وتمدنی، معاشی واقتصادی، سیاسی ومعاشرتی مراکز پر قابض ودخیل ہوچکی تھی اور مغربی ثقافت، آزادانہ کلچر اور عیسائی ازم کے فروغ واشاعت کی کوشش تیز سے تیز تر ہوتی جارہی تھی۔ انگریزوں کے زرخرید ہندوستانی علما زر، زمین، زن کے بدلے دین وایمان کا سودا کررہے تھے۔ مسلمانوں کی املاک پورے طور پر انگریزوں کے کنٹرول میں جارہی تھی، انہیں معاشی واقتصادی طور پر کنگال کردینے کا انگریزی نسخہ اپنا کام کررہا تھا۔ اسلام اور اسلامی تعلیمات وعقائد ونظریات کا چہرہ مسخ کرنے کے لیے خزانے کا دہانہ کھول دیا گیا تھا، مشرقی تہذیب کا جنازہ نکل رہا تھا۔ حالات کی سنگینی اور ماحول کی ابتری کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ باضابطہ تنخواہیں دے کر نہ صرف تاریخ ہندوستان کے صاف وشفاف چہرے پر کالک پوتا جارہا تھا بلکہ ہندوستان کی علاحدہ اسلامی تاریخ مرتب کرنے کی جدوجہد شروع ہوچکی تھی جو اسلامی تاریخ کم ہوتی، انگریزیت زدہ اسلامی افسانہ زیادہ ہوتا۔ ایسے خوں چکا حالات اور ناخوش گوار ماحول میں اسلامی روح کو زخمی ہونے سے بچانا تھا، دینی تہذیب وثقافت کو تحفظ دینا تھا، ہندوستانی تمدن اور مشرقی کلچر کے حلقوم کو تیر کے وار سے امان دلانی تھی، معاشیات پہ کسا جاتا ہوا انگریزی شکنجہ اور اس کے دست برد سے مسلمانوں کی اقتصادی حالت کو نجات بخشنی تھی، شعائر اسلامی کو عیسائیت ومغربیت کی نوکیلی تلوار سے زخمی ہونے سے بچانا تھا اور اپنی ہندوستانی وملکی شناخت پر لگے داغ دھبوں کو صاف کرنا تھا، کھلے دشمنوں سے مقابلہ کرنا تھا اور چھپے دشمنوں کو بے نقاب کرکے ان کی تملق وچاپلوسی اور مادیت پرستانہ ذہنیت کو نمایاں کرنا تھا اور ان کی چیرہ دستیوں سے اسلام اور مسلمانوں کی فکری ونظریاتی صلابت کو کمزور وناتواں ہونے سے محفوظ کرنا تھا۔

قارئین خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ہندوستانی مسلمانوں پر لادے گئے ان سنگین حالات کے تصفیے کے لیے کس جگر گردے کی ضرورت تھی، کس قدر دانش وری اور ہوش مندی درکار تھی، کتنا علمی وفنی کمال لازمی تھا، کس قدر اعلیٰ صلاحیت ولیاقت ناگزیر تھی، لیکن اللہ عزوجل بڑا کریم ورحیم ہے، اس کا کرم بے پایاں ہیں، اس کی رحمت بے حساب ہے۔ امام احمد رضا کی ذات کو ان تمام فتنوں سے مقابلہ کرنے کی ہمت وجرأت عطا فرمائی، ان کے افکار کو صلابت کے جوہر سے آشنا فرمایا، ان کے علوم وآگہی میں پختگی بخشی، ان کے دینی شعور کو عمدگی سے نوازا اور ان تمام ناخوش گواری کو دور کرنے کی ذمے داری امام احمد رضا کو سونپی اور امام نے باحسن وجوہ اس فریضہ کو ادا کیا۔

تاریخ ہند گواہ ہے کہ امام احمد رضا نے خداداد صلاحیتوں کو نہ صرف عقائد اسلامی، قرآنی تعلیمات، نبوی پیغامات کے فروغ واستحکام میں صرف کیا، بلکہ مغربیت زدہ نجدیت کے سیلاب پر بند باندھنے میں کافی حد تک کامیابی حاصل کرلی، مسلمانوں کی اقتصادی حالات میں سدھار پیدا کرنے کے لیے ’’تدبیر فلاح ونجات واصلاح‘‘ کا عمدہ نسخہ عطا فرمایا۔ انہیں اسلامی بینکنگ نظام دیا، انہیں مغربی تمدن کی آسیب زدگی سے امان دلائی، انگریزوں کے ٹٹو عوام وخواص کا ڈٹ کر مقابلہ کیا، ان کے ذریعہ پیش کیے گئے غیر اسلامی افکار ونظریات کے ردوابطال میں ذرہ بھر کوتاہی نہ برتی، فکر ولی اللہی سے ہٹے ہوئے مولویوں کی مکاری وعیاری کو بے نقاب کیا۔ امام احمد رضا کے یہ تمام کارنامے صرف کتابوں کی تصنیف، فتاوی نویسی اور خط وکتابت تک محدود نہ تھے بلکہ انہوں نے افراد ورجال کی شخصیت سازی کے ساتھ دین ومذہب کے فروغ واشاعت کی جملہ جہات پر دقیق نظر دوڑا کر لائق وفائق افراد کا انتخاب فرمایا، مدارس قائم فرمائے، رسائل وجرائد ایشو کیے، مناظرین تیار کیے، سیاسی قائدین کو اسلامی نظریہ دے کر ملکی حالات پر اپنا کنٹرول قائم کرنے کے لیے بھیجا۔

دولت مندحضرات کودین کے کاموں میں روپیہ لگانے پرآمادہ کیا، صحافت ہوکہ سیاست ،قضاہوکہ افتا،ہرمیدان میں مجاہدین کالشکر بھیجا،انہیں اسلحہ فراہم کیا،انہیں دین کالالچ دیا،انہیں ان کا دینی فرض یاددلایا،امام احمدرضا کاا تناسب کچھ کرناان کی ذمے داریوں میں شامل تھا اور اس اہم دینی واسلامی فریضے کی ادائیگی میں امام نے اپناسارا فکری،علمی،فنی،ثروتی سرمایہ لٹادیا۔

ان کا دورتہذیبوں کے تصادم کادورتھا،غیرضروری رسم و رواج سے بوجھل تھا۔اس لیےاس رخ پربھی نگاہ دوڑائی اور پوری تندہی کے ساتھ غیرشرعی خرافات وبدعات کااستیصال فرمایااس لیے کہ غیر اسلامی بدعات ورواج سےانہیں خداواسطے بیرتھا۔

اس وقت ہم اکیسویں صدی میں سانس لے رہے ہیں جس کی دوسری دہائی اپنی تمام تر بے چینی،تخریب کاری اورفتنہ وانتشار کے ساتھ ہمارااستقبال کر رہی ہے۔بیسوی صدی کے نصف آخر میں دنیا نے سائنس وآرٹ کی غیرمعمولی ترقی وعروج کوبنظرغائر دیکھا،جس کے اثرات آج بھی محسوس کئے جاتے ہیں،دنیاجوں جوں ترقی کرتی جارہی ہے،انسانیت اوراخلاقیات سےاس کارشتہ کمزور سے کمزورتر ہوتا جارہا ہے،تہذیبی وتمدنی جوہر سےاس کاتعلق منقطع ہورہاہے،مذہب بیزاری کا عفریت پورےطور پر ہمارے سماج کواپنی چپیٹ میں لے رہا ہے، فطرت سے بغاوت کاغلط رجحان بڑی تیزی کےساتھ عام ہورہاہے،اور ادھر دنیاایک گاؤں کی شکل میں بدل گئی ہے،اب نہ توکسی رجحان کودنیا میں عام ہوتے دیرلگتی ہےاور نہ ہی افتراق وتخریب کاری کا کوئی سانحہ چھپارہ جاتاہے،موبائل،انٹرنیٹ،ٹی وی چینلزاورسائنس وٹیکنالوجی کے دوسرے حیرت انگیز آلات نے مشرق ومغرب شمال وجنوب میں کوئی فرق وامتیاز باقی نہیں رکھا،ساری دشائیں ایک ہوچکی ہیں،اب تحقیق و تدقیق میں کافی سہولیت آگئی ہے،آپ کسی بھی موضوع پرانٹرنیٹ کے ذریعہ ویب سائٹ پراپنامطلوبہ موادحاصل کرسکتے ہیں،دوسرےلفظوں میں یوں کہاجاسکتا ہے کہ اب حقیقت کوچھپانامشکل ہوگیا ہےاوراس کا دوسراپہلوبھی ہے کہ اب کسی جھوٹ کوہزاروں بار بول کرکافی دنوں تک پوری دنیاکےسامنےحقیقت کاپروپیگنڈہ کیاجاسکتاہے۔

ایسے بدلتے حالات میں جیت اسی کی ہوگی جس کے پاس حق ہوگااور جس کے پاس وسائل کی فراوانی ہوگی،کسی بھی فکرونظریہ کی اشاعت کے ہرممکن اسباب ووسائل پرجس کاشکنجہ مضبوط ہوگاجیت کا تاج وہ پہنے گا۔اس لیےاب ہماری ذمےداریاں دوگنی ہوگئی ہیں۔ ہمارے پاس فکراسلامی اورفکررضا کی اشاعت وفروغ اور اس کی حقانیت ثابت کرنے کاسنہری موقع ہے چوں کہ حق ہمارے ساتھ ہے البتہ وسائل کی فراوانی اورافراد کی قلت کاشکوہ بدستوراپنی جگہ باقی ہے ،اس لیےہمیں وسائل پراپنا کنٹرول مکمل کرنا ہے اورمقتضیات زمانہ کے لحاظ سے ماہرافراد کی ٹیم کومیدان میں اتارنا ہے اور خودبھی عملی اقدام میں برابرحصہ داری نبھانی ہے۔

اس سلسلے میں ہم کوامام احمدرضا کےافکاروتعلیمات کاسہارالےکر دین ومذہب کے فروغ واشاعت کی خاطر پیش کیے گئے نکات واظہارات پرغور کرکے انہیں خطوط کی روشنی میں اپنی ذمے داری اداکرنی ہے اور مذہب اسلام اورعقائد اسلامی کااصلی چہرہ دنیاکے سامنےکرناہے،تاکہ دنیاجان لے کہ اسلام ہی امن کادین ہے،اسلام ہی انسانیت کامذہب ہے،اسلام ہی دین فطرت ہےاورفکررضااسلامی تعلیمات کاخلاصہ ہےاورقرآن وحدیث سے ماخوذ ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ امام احمدرضا کےافکار کاتعلق نہ صرف قرآنیات، فقہیات،مذہبیات سےمربوط ہے بلکہ سیاسیات،اقتصادیات،معاشیات ،عمرانیات،انسانیات ،اخلاقیات سے بھی وہ پوری طرح ہم اہنگ ہیں۔امام احمدرضاکے افکار کی روشنی میں ہم اسلام کاسیاسی،اقتصادی، عمرانی،اخلاقی نظریہاورفلسفہ دنیاکےسامنےپیش کرسکتے ہیں۔

فکررضاصرف ناموس رسالت،مسئلہ تکفیر،احکام شریعت،عظمت سادات،تعلیمات قرآن،شعروادب اورفقہیات میں منحصراورمحصورنہیں ہے بلکہ وہ ایک آفاقی فکر کانام ہےجس میں حددرجہ تنوع اور وسعت ہے ،فکررضامیں عرفان ذات کاموادموجود ہے ،عرفان خدا کی تعلیم موجود ہے یہی نہیں بلکہ دنیاوآخرت کی ہرعزت اورترقی کاراز پنہاں ہے۔اب عقیدت کوحقیقت سے جب تک ہم آمیز نہ کیا جائے گا دنیا آپ کی بات پرکان نہ دھرے گی،جب ہمارے پاس حقانیت ہے، دینی روح ہے،درست اسلامی تعلیم ہےتو ہم زمینی حقائق کی بازیافت میں سستی کیوں دکھائیں؟۔

ہم ذیل میں سلسلہ وار چند بنیادی نکات وتجاویز کی نشان دہی کر رہے ہیں اوراہل سنت و جماعت کے جملہ ارباب حل وعقدکوسنجیدہ

غور وفکر کی دعوت دیتے ہیں۔ جن کا تعلق فکر رضا کی ترسیل سے بھی ہے، عقائد اسلامی کے تحفظ سے بھی اور جماعتی استحکام و تشخص سے بھی۔

(۱) فرد کے بالمقابل جماعت کی آواز ایک وزن وحیثیت رکھتی ہے، جماعت اہل سنت کی شیرازہ بندی کے لیے امام احمد رضا کافی فکر مند تھے، کیوں کہ اختلاف وانتشار و بدمزگی کسی بھی طرح کی ترقی کے لیے سدراہ ہے، اہل سنت کے تنظیمی ڈھانچے کی تشکیل کے لیے بھی فکر رضا ہماری رہ نمائی کر رہی ہے، فتاویٰ رضویہ میں امام احمد رضا نے تحریر فرمایا ہے ''خالص اہل سنت کی ایک قوت اجتماعی کی ضرورضرورت ہے مگر اس کے لیے تین چیزوں کی سخت حاجت ہے۔ (۱) علما کا اتفاق (۲) تحمل شاق قدر بالطاق (۳) امرا کا انفاق لوجہ الخلاق'' (فتاویٰ رضویہ، رضا اکیڈمی ممبئی ص۱۳۲ ج۱۲)

الفاظ و تراکیب کا تیور بول رہا ہے کہ قوت اجتماعی کی بحالی کے لیے ایمانی رشتوں کا استوار ہونا ضروری ہے، کیا ہم اس مضمون جملہ پر غور نہیں کر سکتے اور اس سلسلے میں عملی اقدام ہمارے دین ومسلک کے لیے ضروری نہیں؟

(۲) امام احمد رضا بلند پایہ شخصیات کو ان کے حسب مراتب مقام و مرتبہ اور القاب وآداب سے نوازا کرتے تھے، تنقیص شان اور ہتک عزت کا کوئی مقدمہ اب تک مخالفین بھی ان کی ذات پر قائم نہ کر سکے ہیں، جب ان سے پوچھا گیا کہ ہندوستان میں کن علما و مفتیان کے فتووں پر آنکھ بند کر کے اعتماد کیا جا سکتا ہے تو انہوں نے اپنے والد محترم علامہ نقی علی خاں اور تاج الفحول علامہ عبدالقادر بدایونی کا نام پیش کیا تھا، ایک دوسرے مقام پر رقم طراز ہیں:

''اپنے میں جسے حمایت دین پر دیکھا، اس کے نشر فضائل اور خلق کو اس کی طرف مائل کرنے میں تحریراً وتقریراً ساعی رہا، اس کے لیے عمدہ القاب وضع کر کے شائع کیے''۔ (فتاویٰ رضویہ ص۱۳۳ ج۱۲)

ایک جگہ تحریر فرمایا:

''حاشا! فقیر تو ایک ناقص، قاصر ادنیٰ طالب علم ہے، کبھی خواب میں بھی اپنے لیے کوئی مرتبہ علم قایم نہ کیا''۔ (فتاویٰ رضویہ ص۱۳۱ ج۱۲)

اس لیے ہم پر لازم وضروری ہے کہ کسی بڑی شخصیت کا ادب واحترام اس کے حسب مرتبہ بجا لائیں اور غیر ضروری القاب وآداب سے ذات کو بوجھل نہ بنائیں، حالیہ دنوں میں سرزمین ممبئی کے ایک پوسٹر میں ایک حافظ وقاری اور پرائمری استاذ کے لیے واضح لفظوں میں ''مفکر اسلام'' اور ایک امام اور دینیات کے استاد کے لیے ''عمدۃ العلماء'' کا لاحقہ دیکھ کر میں خود حیرت زدہ رہ گیا۔

(۳) فروغ اہل سنت کے لیے امام احمد رضا نے جو دس نکاتی پروگرام مرتب کیا تھا اسے روبہ عمل لانے کی جدوجہد کریں، امام نے حتی المقدور ان نکات کو عملی جامہ پہنا کر دکھایا ہے اور آج ہم انہیں شائع کر کے خراج تحسین تو حاصل کر لیتے ہیں اور ان نکات کی روشنی میں کوئی عملی پیش رفت نظر نہیں آتی۔ (الا ماشاء اللہ عزوجل)

(۴) امام احمد رضا نے اپنے دس نکاتی پروگرام میں ایک نکتہ یہ پیش فرمایا ہے کہ طبائع طلبہ کی جانچ ہو، تقسیم کار ہو، قابل کار فرد کا انتخاب ہو اور باقاعدگی کے ساتھ منصوبہ بند طریقے سے اسے مطلوبہ کام میں لگایا جائے، ہر میدان کے لیے افراد کا تعین ہو، تاکہ جلسے، جلوس میں بھی مقررین علما پہونچ سکیں اور دوسرے افراد حمایت دین میں تصنیف وتالیف سے وابستہ رہیں۔ لیکن آج ایک گھنٹہ کی تقریر کے لیے نامی گرامی خطیب کو اپنی کمائی کا بیس ہزار پچیس ہزار دے کر قوم کو کوئی افسوس نہیں ہوتا اور کسی مصنف یا مقالہ نگار کو حوصلہ افزائی کا ایک ٹیلی فون کرنے کی زحمت گوارا نہیں کی جاتی۔ جب کہ امام احمد رضا فرماتے ہیں:

''حمایت مذہب ورد بدمذہباں میں مفید کتب ورسائل مصنفوں کو نذرانے دے کر تصنیف کرائے جائیں'' (فتاویٰ رضویہ ص۱۳۳ ج۱۲)

(۵) جلسے، جلوس، نیاز، فاتحہ وعرس بزرگاں کی اہمیت وافادیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی ان میں در آئے غیر شرعی رسم ورواج کی وجہ سے ان کے ناجائز وحرام ہونے کا حکم دیا جا سکتا ہے، اگر نکاح جیسے مقدس عمل میں ناچ گانا، فضول خرچ، مرد وزن کا آزادانہ اختلاط ہو رہا ہے تو ان غیر اسلامی اعمال کی روک تھام کی جائے گی نہ یہ کہ نکاح پر پابندی لگا دی جائے گی۔ لیکن ذرا اس نکتے پر غور کیا جائے کہ جب وضو جیسے عمل میں اسراف کو غلط ٹھہرایا گیا اور امام احمد رضا کو ''**بارق النور فی مقادیر ماء الطهور**'' اور ''**برکات السماء فی حکم اسراف الماء**'' جیسے رسائل تحریر کرنے پڑے تو جلسے، جلوس، نذر ونیاز اور عرس ونکاح میں کی جانے والی فضول خرچیاں

کیا قابل برداشت ہیں، کیا یہ سرمائے دین کے دوسرے ان سے اہم کاموں میں نہیں لگائے جاسکتے۔ کیا ان سے کتابیں نہیں چھپوائی جاسکتیں، اخبارات میں باقاعدہ لکھنے والے مقالہ نگاروں کو نذرانے نہیں دیئے جاسکتے؟

(۶) موجودہ دور صحافت وصارفیت کا دور کہا جاسکتا ہے اس وقت مارکیٹ میں اسی چیز کی ویلو ہے جو خوب سجی سنوری ہو، ظاہری آرائش وزیبائش کا مرقع ہو، ایسے میں کتنی انتہائی گھٹیا چیزیں فیشن کے نام پر مقبول انام ہوجاتی ہیں، لاکھوں ویب سائٹس انٹرنیٹ پر موجود ہیں اور اپنے اپنے مشن کو لے کر آگے بڑھ رہی ہیں، جس میں بے بنیاد ازم خوب پھیل رہا ہے اور کچھ سچائی بھی فروغ پا رہی ہے، جب کہ ہمارے پاس تو دین برحق ہے، مسلک برحق ہے، دنیا کی سب سے عظیم سچائی ہے، اور ابھی ہمارے پاس جو تعلیمات وافکار ہیں ان کا سر رشتہ دلائل وشواہد کی روشنی میں خیر القرون سے ملا ہوا ہے، تو اب ان سچی، حقیقی، واقعی تعلیمات کو انٹرنیٹ اور دوسرے ذرائع ابلاغ کے ذریعہ دنیا میں عام کرنے کی جسارت ہم کیوں نہیں کر پا رہے ہیں؟ کچھ ویب سائٹس ہیں بھی تو ان میں صارفین اور ناظرین کے لیے تشفی بخش مواد موجود نہیں یا ہے تو عالمی زبانوں میں ان کے ترجمے نہیں ہیں کہ ہر زبان کا قاری ان سے استفادہ کر سکے، اب اس خاص نکتے کی طرف ہمارے بڑوں کی توجہ ہو رہی ہے اور عملی اقدام بھی ہو رہا ہے، امید ہے کہ آئندہ چند سالوں میں فروغ دین کا یہ شعبہ ہماری طرف سے تشنہ نہ دکھائی دے گا۔

اشاعت دین وسنیت کے جس جس شعبے میں جو حضرات کام کر رہے ہیں، انہیں دلی مبارک باد پیش کرتا ہوں اور ان کی کامیابی کے لیے بارگاہ رب العزت میں دعا گو ہوں، اللہ عزوجل ہمارے علما، اساتذہ، مشائخ کا سایہ تادیر ہمارے سروں پر قائم رکھے، آمین

﴿......﴾

مفکر اسلام علامہ قمر الزماں خاں اعظمی کو بلند پایہ اعزاز

اسلامیان ہند کے لیے یہ خبر نہایت فخر ومسرت کا باعث ہوگی کہ عصر حاضر کے عظیم مبلغ، بلند مرتبت خطیب اور مفکر اسلام حضرت علامہ قمر الزماں خاں اعظمی مدظلہ العالی والنورانی کو امسال حج کے موقع پر خانہ کعبہ کے اندر عبادت کرنے کا شرف حاصل ہوا ہے۔ یہ واقعی بہت بڑے اعزاز کی بات ہے اس پر حضرت مفکر اسلام کو جتنی بھی مبارک باد دی جائیں کم ہیں۔ حضرت مفکر اسلام عالمی خطیب ہیں انہوں نے تقریباً پوری دنیا کے دعوتی دورے فرمائے ہیں۔ پورے برصغیر میں ان کی خطابت کے دھنک رنگ بکھرے ہوئے ہیں۔ دعوت وتبلیغ کی عالمی تحریک سنی دعوت اسلامی اس بلند پایہ اعزاز پر حضرت کو مبارک باد پیش کرتی ہے اور حضرت کی درازیِ عمر اور صحت کے لیے دعا گو ہے۔

(از: ادارہ سنی دعوت اسلامی)

صفحہ ۴۵ کا بقیہ: جگہ جگہ کلام اقبال کا حوالہ دیکھ کر یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں کہ علامہ اقبال کا رنگ ان پر زیادہ نمایاں ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ مولانا موصوف کا تعارف کروانا ان کی توہین ہے وہ خود ایک مکمل اور جامع تعارف ہیں اور مکمل وجامع حوالہ۔ وہ خود تحریر نہیں لکھتے مگر بلا مبالغہ ان کی ایک ایک تقریر کئیوں کتابوں پر بھاری ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی زبان وبیان کو قوت عطا کرے کہ گلشن خطابت کو ایسی نہروں سے سیرابی کی ضرورت کل سے بھی زیادہ ہے اور ابھی مدتوں باقی رہے گی۔ یہ کتاب صرف تقریر وخطابت کے شائقین کے لیے ہی نہیں بلکہ عام قارئین کے لیے بھی بے حد مفید ہے۔ جابجا معلومات کے خزینے دفن ہیں اور افکار کے لعل وگوہر خطابت کے پیرہن میں ٹنکے ہوئے ہیں۔ اتنی قیمتی کتاب کے مطالعے سے اپنی معلومات کو روشن کیجیے اور تازہ افکار سے اپنے ذہن ودماغ کو فرحت بخشیے۔ ان شاء اللہ یہ کتاب ہر حساس دل ہر آن تازہ دم رکھے گی۔ اس کتاب کا دوسرا حصہ مکتبہ طیبہ حیدرآباد سے عرصہ ہوا شائع ہو چکا ہے۔ یہ بھی مسموع ہوا ہے کہ پاکستان سے بھی علامہ موصوف کے خطبات کا ایک مجموعہ اشاعت سے ہم کنار ہو چکا ہے۔ ان کے ہزاروں خطبات ہیں ضرورت ہے کہ انہیں ڈھونڈ ڈھونڈ کر جمع کیا جائے اور باذوق قارئین تک پہنچایا جائے۔ ﴿......﴾

نور مبین

ایک دوسرے کا مذاق نہ اُڑاؤ

از: سید عمران الدین نجمی

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤی اَنْ یَّكُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْهُمْ وَ لَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤی اَنْ یَّكُنَّ خَیْرًا مِّنْهُنَّ وَ لَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ لَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ وَ مَنْ لَّمْ یَتُبْ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ. (الحجرات:۱۱)

ترجمہ: اے ایمان والو! نہ مرد مردوں سے ہنسیں عجب نہیں کہ وہ ان ہنسنے والوں سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں سے، دور نہیں کہ وہ ان ہنسنے والیوں سے بہتر ہوں اور آپس میں طعنہ نہ کرو اور ایک دوسرے کے برے نام نہ رکھو، کیا ہی برا نام ہے مسلمان ہو کر فاسق کہلانا اور جو توبہ نہ کریں تو وہی ظالم ہیں۔ (کنز الایمان)

زیر نظر تحریر میں ہم نے مذکورہ آیت کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا ہے، ہم اپنی گفتگو کو مفسرین کرام اور علمائے ذوی الاحترام کے اقوال سے مزین کریں گے۔ ان شاء اللہ

شانِ نزول: صحابیِ رسول حضرت ثابت بن قیس بن شمّاس کی قوتِ سماعت میں کمی تھی، جب وہ آقائے کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوتے (اگر صحابۂ کرام آگے ہوتے تو) ان کے لیے جگہ خالی کر دیتے تاکہ وہ حضور کے قریب بیٹھ جائیں اور آپ کا کلام مبارک صاف سن سکیں۔ ایک روز آنے میں انہیں اتنی تاخیر ہوئی کہ نمازِ فجر کی ایک رکعت چھوٹ گئی جب آقا صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو صحابۂ کرام نے نشستیں چن لیں اس وقت حضرتِ ثابت آئے انہیں جگہ ملنے کی گنجائش نہ تھی۔ دستور کے مطابق جو شخص ایسے وقت آتا اور مجلس میں جگہ نہ پاتا تو جہاں ہوتا وہیں کھڑا رہتا لیکن حضرت ثابت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب بیٹھنے کے لیے لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے آگے بڑھے وہ یہ کہتے جا رہے تھے کہ جگہ دو جگہ دو۔ یہاں تک کہ وہ حضور کے قریب پہنچ گئے اور ان کے اور حضور کے درمیان میں صرف ایک شخص باقی تھے۔ انہوں نے ان سے بھی کہا کہ جگہ دو تو ان صاحب نے جواب دیا کہ آپ جگہ پا چکے ہیں لہٰذا وہیں بیٹھ جایئے۔ اس پر حضرت ثابت غصّے میں آ کر ان کے پیچھے بیٹھ تو گئے لیکن جب اندھیرا چھٹ گیا تو انہوں نے ان کا جسم دبا کر کہا کہ کون ہو؟ جواب ملا کہ میں فلاں شخص ہوں۔ حضرت ثابت نے ان کی ماں کا نام لے کر کہا فلانی کی لڑکے ہو؟ ۔ اس پر ان صاحب نے شرم سے سر جھکا لیا۔ زمانۂ جاہلیت میں عار دلانے کے لیے اس طرح کہا جاتا تھا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر بغوی)

(۱) یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤی اَنْ یَّكُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْهُمْ وَ لَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤی اَنْ یَّكُنَّ خَیْرًا مِّنْهُنَّ

تفسیر: "لَا یَسْخَرْ" سے مراد کیا ہے؟ علامہ آلوسی حنفی لکھتے ہیں "**السخرية احتقار الشخص مطلقا علی وجه مضحک بحضرته**" ٹھٹھا اڑانے کے طور پر کسی انسان کی اس کی موجودگی میں تحقیر کرنا سخر یہ ہے۔ "قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ" میں قوم سے مراد مرد ہیں۔ علامہ بیضاوی لکھتے ہیں "**القوم مختص بالرجال**"

مسلمان کو اذیت دینے کا وبال: مطلب یہ ہے کہ اے ایمان والو! تم آپس میں ایک دوسرے کی کسی بھی طرح تحقیر نہ کرو نہ ایک فرد دوسرے فرد کو رسوا کرے نہ ایک جماعت دوسری جماعت کو ذلیل کرے نہ کسی کو اس کی محتاجی کی بنا پر ستاؤ اور نہ کسی عیب کی بنیاد پر ہنسی اڑاؤ غرضیکہ تضحیک وتحقیر، استہزا و تمسخر کی ساری راہیں مسدود کر دو۔ اس ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ ظاہری شکل وصورت میں کچھ نقص اور وضع و قطع میں کچھ خرابی کی بنیاد پر تم جن کی ہنسی اڑاتے ہو بہت ممکن ہے کہ وہ لوگ عنداللہ وعندالرسول تم سے بہتر مقام ومرتبہ رکھتے ہوں۔ تم جنہیں حقیر ومعمولی سمجھ رہے ہو یہ بعید نہیں کہ وہ خدا ورسول کی بارگاہ میں خیریت کی سند پا چکے ہوں تو پھر سوچو کہ تمہارا تمسخر، تمہارا استہزا سوائے اخروی وبال کے کوئی دوسرا نتیجہ تمہیں نہ دے گا لہٰذا ایسا نہ کرو اور اگر کرتے ہو تو باز آ جاؤ۔ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں "**من اذی مسلما فقد اذانی و من آذانی فقد اذی الله عز و جل**" کہ جس نے کسی مسلمان کو اذیت دی اس نے

مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی اس نے دراصل اللہ عز و جل کو اذیت پہنچائی۔ (مجمع الزوائد:۳۰۹۲)

واضح رہے کہ علامہ آلوسی حنفی علیہ الرحمہ نے اسی آیت کے تحت لکھا ہے کہ عَسٰٓی اَنْ یَّکُوْ نوا کا یہ مفہوم بھی ہوسکتا ہے کہ آپس میں ایک دوسرے کا استہزا نہ کرو کہ ممکن ہے کہ جن کا تمسخر کیا جا رہا ہے وہ (مستقبل میں) معظم و بہتر ہو جائیں اور تم ذلیل و رسوا ہو جاؤ۔

دوسروں کی تضحیک کا انجام: رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں کا مذاق اڑانے والوں کے لیے کل بروزِ قیامت جنت کا ایک دروازہ کھولا جائے گا پھر ان سے کہا جائے گا کہ ادھر آؤ ادھر آؤ۔ جب وہ قریب جائیں گے تو وہ دروازہ بند کر دیا جائے گا پھر دوسرا دروازہ کھول کر ایسا ہی کیا جائے گا۔ اسی طرح کیا جاتا رہے گا یہاں تک کہ **إن الرجل لیفتح له الباب فیقال له هلم هلم فلا یأتیه** جب پھر آنے کی دعوت دی جائے گی تو کوئی آگے نہ بڑھے گا۔ (احیاء علوم الدین: الآفة الثانیة عشر)

ہمیں اس سے سبق لینے کی سخت ضرورت ہے کہ وقتی طور پر تفریحِ قلب جس تمسخر سے حاصل ہو جاتا ہے وہ دراصل ہمارے لیے آخرت کی بڑی محرومی کا باعث ہے۔

کس طرح کا مزاح جائز ہے؟: اگر کسی کے ساتھ اس طرح ہنسی کی جائے کہ نہ اسے اذیت ہو اور نہ برا لگے تو اس طرح کا مزاح جائز ہے۔ بعض مواقع پر بیانِ جواز کے لیے ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی مزاح فرمایا ہے۔ ایک مرتبہ ایک ضعیف خاتون آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئیں تو آپ نے فرمایا کہ **لا یدخل الجنة عجوز** کہ جنت میں کوئی بڑھیا نہیں جائے گی اس پر وہ رونے لگیں تو آپ نے فرمایا **إنکِ لستِ بعجوز یومئذ** یعنی تم اس وقت بوڑھی نہ رہو گی۔ (احیاء علوم الدین: باب المزاح) اسی طرح ایک اور موقع پر ایک خاتون حاضر ہو کر سواری کے لیے اونٹ طلب کرتی ہیں تو حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:

بل نحملک علی ابن البعیر کہ ہم تمہیں سواری کے لیے اونٹ کا بچہ دیں گے اس پر وہ کہنے لگیں کہ میں بچے کا کیا کروں گی؟ آقا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "**ما من بعیر إلا وهو ابن بعیر**" کہ جو اونٹ ہوتا ہے وہ کسی نہ کسی اونٹ کا بچہ ہوتا ہے (ایضا) گرچہ آقائے دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی غرض محض مزاح نہ تھی بلکہ ان کے ضعف قلب کا علاج کرنا مقصود تھا۔ بہر حال اس طرح کا مذاق کہ جس میں کسی کو کسی قسم کی اذیت و تکلیف نہ پہنچے شرعاً جائز و مباح ہے یہ مذکورہ آیت کی ممانعت میں داخل نہیں۔

نکات: (۱) آیت پاک میں "قَوْمٌ مِّنْ قَوْم" آیا ہے "رجل من رجل" نہیں آیا اس کی وجہ یہ ہے کہ عموماً تمسخر مجمع و مجلس ہی میں ہوا کرتا ہے اور تمام یا اکثر حاضرین اس میں ہنس کر یا راضی ہو کر شریک ہوتے ہیں۔ اندازِ کلام سے یہ مطلب ہرگز نہیں نکالا جا سکتا کہ ایک فرد دوسرے فرد کا تمسخر کر سکتا ہے کیوں کہ مقصود اذیت و تکلیف کا سدِ باب ہے جو دو فردوں کے مابین بھی مطلوب ہے اور مجمع میں بھی مطلوب ہے۔ (۲) آیت میں **رجال من نساء یا نساء من رجال** نہیں ہے۔ یہ نہیں کہا گیا کہ مرد عورت آپس میں ٹھٹھا نہ کریں" اس لیے کہ شرعاً مردوں اور عورتوں کا اجتماع ہوتا ہی نہیں کہ آپسی تمسخر کا معاملہ سامنے آئے نیز صحیح انسانی مزاج یہی ہے کہ ہم جنس، ہم جنس کے ساتھ ہنسی مذاق کرتے ہیں۔ آج کے دور میں شادی وغیرہ کے موقع پر عورتوں اور مردوں کی مشترک ہنسی مذاق کی مجلسیں بلاشبہ غیر شرعی بھی ہیں اور غیر فطری بھی۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو احتراز کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(۲) وَ لَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَکُم

تفسیر: "لَا تَلْمِزُوْٓا" لمز سے بنا ہے جس کے معنی ہیں "قول یا اشارے سے کسی کی عیب جوئی کرنا۔ (تفسیر آلوسی) مطلب یہ ہے کہ اے مسلمانو! تم آپس میں ایک دوسرے کے عیب تلاش کرنے میں نہ لگو تم پر تو یہ لازم کیا گیا ہے کہ ایک دوسرے کی صلاح و بہتری کے طالب رہو اور ہر کوئی دوسرے کے لیے ہمیشہ خیر ہی پسند کرے تم سارے مومنین ایک جان کی طرح ہو تم میں سے کسی کا دوسرے کو ایذا دینا اپنے آپ کو ایذا دینے جیسا ہی ہے اور سوچو کیا کوئی اپنے آپ کی عیب جوئی پسند کرتا ہے؟ نہیں یقیناً نہیں تو پھر کوئی بھی مومن کسی کی عیب جوئی میں نہ لگے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں **المُؤْمِنُونَ کَالجَسَدِ الواحِدِ إذَا اشْتَکَی مِنْهُ عُضْوٌ تَدَاعَی لَهُ سائِرُ جَسَدِهِ بِالحُمَّی والسَّهَرِ** کہ مومنین ایک جسم کی طرح ہیں جب کسی ایک عضو کو شکایت ہوتی ہے تو سارے اعضا میں بخار و بے قراری پیدا ہو جاتی ہے۔ (تفسیر طبری)

توبہ کے بعد کسی کی اذیت کا وبال: حدیثِ مبارکہ میں ہے مَنْ

عَیَّرَ أَخَاہُ بِذَنْبٍ لَمْ یَمُتْ حَتَّی یَعْمَلَهُ کہ جس کسی نے اپنے کسی بھائی کو ایسے گناہ پر عار دلائی جس سے وہ توبہ کر چکا ہے تو وہ خود جب تک کہ وہ گناہ نہ کر لے اسے موت نہیں آئے گی۔ (ترمذی:۲۶۹۳)

یہ برائی ہمارے معاشرے میں عام ہے کہ لوگ دوسروں کو مہینوں اور برسوں پرانے گناہوں پر عار دلاتے ہیں اور انہیں شرمندہ کرتے ہیں حالاں کہ وہ اپنے جرائم سے توبہ کر چکے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے معاشرے کو اس خطرناک مرض سے محفوظ فرمائے۔

نکات:(ا) آیت پاک میں ''اَنْفُسَکُم'' آیا ہے اس سے یہ اشارہ مقصود ہے کہ

بنی آدم اعضائے یک دیگر اند
کہ در آفرینش ز یک جوہر اند

مومنین آپس میں ایک جسم کے مختلف اعضا کی طرح ہیں لہٰذا انہیں ہر اس چیز سے بچنا چاہیے جو کسی بھی عضو کے لیے ضرر رساں ہو کیوں کہ اس سے انہیں بھی ضرر پہنچے گا۔

(۲) اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ پھر تو فاسق کے بھی عیوب ظاہر نہیں کیے جا سکتے چاہے اس کا فسق کسی بھی درجے کا ہو کیوں کہ آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے **اذکروا الفاجر بما فیه کی یحذرہ الناس** کہ فاجر کے فسق کو ظاہر کر دو تا کہ لوگ اس سے بچ سکیں۔ (تفسیرِ حقی)

(۳) وَ لَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ

تفسیر: ''لَا تَنَابَزُوْا'' تنابز کا معنی ہے **دعاء المرء صاحبهٗ بما یکرهه من اسم او صفة** آدمی کا دوسرے کو کسی ایسے نام یا صفت سے پکارنا جو اسے ناپسند ہو۔ مطلب یہ ہوا کہ اے ایمان والو! ایک دوسرے کو برے القاب سے نہ پکارو خواہ وہ لفظی اعتبار سے برے ہوں یا معنوی اعتبار سے۔ بہر حال ہر ایسا نام دینے سے پرہیز کرو جو تمہارے بھائی کو پسند نہ ہو۔

نکات:(ا) آیت پاک میں لَا تَنَابَزُوْا آیا ہے۔ علامہ بیضاوی لکھتے ہیں: **النبز مختص بلقب السوء عرفا** نبز سے برے لقب ہی مراد ہیں۔ اس سے واضح ہو گیا کہ صرف برے القاب ممنوع ہیں اچھے القاب دیے جا سکتے ہیں۔ حضرت علامہ آلوسی لکھتے ہیں: **و قد صرحوا بان التلقیب بالالقاب الحسنة مما لا خلاف فی جوازہ** کہ علمائے عظام نے تصریح کی ہے کہ اچھے القاب کے جواز میں کسی کا اختلاف نہیں جیسے سیدنا صدیقِ اکبر کو عتیق اللہ، سیدنا عمر کو فاروق، سیدنا حمزہ کو اسد اللہ، حضرت خالد کو سیف اللہ وغیرہ کے القاب اسی قبیل سے ہیں۔ علامہ اسمٰعیل حقی حنفی لکھتے ہیں: **ان اللقب الحسن لا ینهی عنه مثل محی الدین و شمس الدین و بهاء الدین** کہ اچھا لقب ممنوع نہیں ہے مثلاً محی الدین، شمس الدین، بہاء الدین وغیرہ۔ پھر فرماتے ہیں کہ حدیثِ رسول میں ہے: **من حق المؤمن علی اخیه ان یسمیه بأحب اسمائه الیه** کہ ایک مومن کا دوسرے پر یہ حق ہے کہ پسندیدہ ناموں سے اسے پکارے۔ (تفسیرِ حقی)

(۴) بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ

تفسیر: ''اَلِاسْمُ الْفُسُوْق'' علامہ اسمٰعیل حقی کہتے ہیں ''الاسم'' سے ''الذکر'' مراد ہے اور ''الفسوق'' سے پہلے مضاف محذوف ہے یعنی عبارت اس طرح ہے: **بئس الذکر ذکر الفسوق بعد الایمان** مطلب یہ ہے کہ ایمان لے آنے کے بعد یہ بہت بری بات ہے کہ اہلِ ایمان کو برائی سے یاد کریں یعنی یہ تقاضۂ ایمان کے خلاف ہے۔ یہ آیت ام المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سلسلے میں اس وقت نازل ہوئی جب وہ روتے ہوئے حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئیں اور عرض کی کہ عورتیں مجھے **یا یهودیة بنت یهودیین** (اے یہودیوں کی بیٹی یہودیہ) کہتی ہیں۔ اس پر آپ نے ارشاد فرمایا: **هلا قلت ان أبی هرون وعمی موسی وزوجی محمد علیهم السلام** (آپ کہہ دیتیں کہ حضرت ہارون میرے والد، حضرت موسیٰ میرے چچا اور حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے زوجِ محترم ہیں۔ (تفسیرِ حقی) اس کا ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جس نے ہمارے ممنوعات کا ارتکاب کیا، مومن بھائی کا مذاق اڑایا، اس کی عیب جوئی کی یا برے لقب سے اسے پکارا تو وہ فاسق ہے لہٰذا ایسا کر کے اپنے آپ کو اس کا مستحق نہ بنالو کہ تمہیں شرعاً فاسق کہا جائے۔ (طبری)

(۵) وَ مَنْ لَّمْ یَتُبْ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ

تفسیر: مذکورہ برائیوں کا جو کوئی مرتکب ہوا سے چاہیے کہ توبہ کر کے اپنے آپ کو منہیاتِ شرعیہ سے بچالے اور اپنے دامن پر لگے گناہوں اور جرموں کے دھبے مٹالے۔ ہماری ان تنبیہات و تعلیمات کے باوجود اگر کوئی دوسروں کے تمسخر میں لگا ہے، عیب جوئی کا شوق رکھتا ہے اور برے القاب دینے کو اچھا سمجھتا ہے تو پھر ایسا شخص ظالم ہے اپنے آپ پر ظلم کر رہا ہے کہ وہ خود کو آخرت کے عذاب کا مستحق بنا رہا ہے۔

﴿......﴾

فکرِ اُمّت اور غم گسارِ اُمّت

از: عطاء الرحمٰن نوری

تاریخ کائنات میں محبت کی کوئی ایک بھی ایسی مثال نہیں ملتی جیسی محبت شہنشاہِ کونین نے اپنی گنہگار امت سے کی ہے۔ نگار خانۂ قدرت کے عظیم شاہکار غم خوارِ امت مصطفےٰ جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے انتہائی درد، کرب، زخموں اور غموں کا بار سہہ لیا مگر ہماری بھیگی پلکوں، ڈبڈبائی آنکھوں کا بوجھ ان سے برداشت نہ ہوسکا۔ امت کے غم میں آپ ہر وقت نڈھال اور بارگاہِ خداوندی میں امت کی بخشش کے خواہاں نظر آتے۔ کبھی غار حرا میں سجدہ ریز ہیں تو کبھی غارِ ثور میں، کبھی ہجرۂ عائشہ میں امت کے غم میں محوِ گریہ ہیں تو کبھی کعبۃ اللہ و مسجد نبوی میں۔ غرضیکہ جب سارا زمانہ سوجاتا مصطفےٰ پیارے ہمارے لیے جاگتے۔

بعض روایات میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ آیہ کریمہ **ومن الیل فتهجد به نافلة لک** نازل ہونے سے پہلے کبھی نوافل کی نماز پڑھتے اور کبھی آرام فرماتے۔ ایک رات آپ کی چشمانِ مبارک محوِ خواب تھیں اور دل بیدار تھا کہ جبرئیل امین کے پروں کی دل نواز آواز ساتویں آسمان سے سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گوشِ ہوش میں پہنچی۔ رسول گرامی وقار صلی اللہ علیہ وسلم نیند سے بیدار ہوئے اور بستر پر اٹھ کر بیٹھ گئے۔ جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور کہا یارسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)! حق سبحانہ وتعالیٰ آپ کو سلام بھیجتا اور فرماتا ہے کہ میں نے آپ کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ اپنے غلاموں کے گناہوں کی مغفرت طلب کریں اور اس کام کا خواب راحت اور بستر استراحت سے کوئی تعلق نہیں اب اٹھیے اور باہر وادیِ مکہ تک قدم رنجہ فرمایئے تاکہ اپنی امت کے افعال، اعمال اور احوال سے واقف ہو جائیں اور آپ کو معلوم ہوجائے کہ یہ وقت خواب ہے یا ہنگام بیداری۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑے وادیِ مکہ میں لے آئے اور تمام امت کو حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا اور ایک ایک گناہ دکھائے۔ آپ نے اس قدر گناہ وعصیان اور ذلت کے اسباب ملاحظہ فرمائے جو حد و شمار سے باہر تھے۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا:

''اے محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! اگر آپ مقامِ محمود حاصل کرنا چاہتے ہیں تو نوافل کی طرف توجہ مبذول فرمایئے، کم خوری و بیداری کی ریاضت کیجیے، بھوک اور بیداری کی برکت سے قناعت کے درجات تک پہنچیے۔''

پھر مذکورہ بالا آیت پڑھی۔ آقا علیہ الصلاۃ والتسلیم امت کے گناہوں کے مشاہدے سے اور عتاب باری سے متاثر مجروح دل اور زخمی سینے کے ساتھ گھر لوٹے۔ اللہ کے حضور عرض کی: بارالٰہا! اب میں ان کی کون سی معصیت اور عیب کی معذرت کروں اور کون سے جرم وگناہ کی شفاعت۔'' حکم ہوا: ''آپ کی امت کے گناہ آپ کی شب بیداری کے ساتھ وابستہ ہیں اگر تہائی امت کی مغفرت چاہتے ہیں تو رات کا تیسرا حصہ جاگیے اور اگر نصف تو آدھی رات، دو تہائی تو دو تہائی اور تمام امت کی مغفرت چاہتے ہیں تو تمام رات عبادت کیجیے۔ شاہکار دست قدرت غم خوار امت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عرض کیا: ''تہائی، نصف اور دو تہائی کی رعایت مشکل ہے۔'' بستر مبارک کو بالکل لپیٹ دیا اور شب بیداری کرنے لگے۔ قصہ مختصر ہمت باندھی اور عبادت وشب بیداری میں مصروف ہوئے، نہ دن کو آرام تھا نہ رات کو چین، نہ صبح فارغ تھے نہ شام، لمبی لمبی راتیں دو رکعت میں ختم کر دیتے اور صبح سے رات تک امت کا غم کھاتے۔ اس قدر قیام کا اہتمام کیا کہ پائے مبارک سوج گئے پروردگار جل وعلا کی بارگاہ میں اس قدر نالہ وزاری کی کہ مقرب فرشتے بھی تڑپ اٹھے اور عرض کیا کہ خدایا! یہ کیسا دکھ ہے جو گنہگار اُمت کی خاطر اس مبارک فطرتِ بے گناہ پر رکھا ہے ہر لمحہ جس کے غم واندوہ کی آواز آسمانی محلات اور عالمِ قدس تک پہنچتی ہے۔ خداوند جل وعلا نے کمال بے نیازی سے سورہ کریمہ **طٰهٰ ما انزلنا علیک القراٰن لتشقی** .... الخ نازل فرمائی۔ یعنی اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! ہم نے آپ سے فرمایا تھا کہ ہماری عبادت اور امت کی نجات کے لیے قیام کیجیے۔ یہ نہیں کہا تھا کہ

ریاضت ومجاہدہ سے خود کو ہلاکت میں ڈال دیں۔(معارج النبوۃ،دوم ص۳۵۸۔۳۵۹)

اللہ پاک فرماتا ہے: **ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ**
ترجمہ: اور قریب تر ہے تجھے تیرا رب اتنا دے گا کہ تو راضی ہوجائے گا۔

دیلمی مسند الفردوس میں امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے راوی ہیں جب یہ آیت اتری تو حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ مجھ کو راضی کردینے کا وعدہ فرماتا ہے، تو میں راضی نہ ہوں گا اگر میرا ایک امتی بھی دوزخ میں رہا''۔

نماز تراویح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک دو یا تین راتیں (باختلاف روایات) تراویح کی نماز پڑھی۔ اس کے بعد صحابۂ کرام علیہم الرضوان حجرۂ مقدس سے آپ کے باہر تشریف لانے کے منتظر رہے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا شانۂ نبوت سے باہر تشریف نہیں لائے۔آپ نے فرمایا: اگر میں (تراویح کے لیے) باہر آجاتا تو میری امت پر تراویح فرض ہوجاتی۔ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ماہِ رمضان کی وسط رات میں ایک بار حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں نماز پڑھی لوگوں نے بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں نماز ادا کی۔ دوسری رات آدمیوں کی اتنی کثرت ہوئی کہ مسجد تنگ ہوگئی لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم حجرۂ نبوی سے برآمد نہیں ہوئے۔ صبح کو فجر کی نماز کے لیے تشریف لائے فجر کی نماز سے فارغ ہوکر لوگوں سے خطاب فرمایا: تمہاری رات کی حالت مجھ سے پوشیدہ نہ تھی لیکن اندیشہ یہ تھا کہ نماز تراویح تم پر فرض ہوجائے اور تم اس کے ادا کرنے سے عاجز ہوجاؤ۔''(غنیۃ الطالبین ص:۳۶۶)

طبرانی باسناد حسن حضرت علی رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر یہ بات نہ ہوتی کہ میری امت پر شاق ہوگا تو میں ان کو ہر وضو کے ساتھ مسواک کرنے کا امر فرمادیتا (یعنی فرض کردیتا اور بعض روایتوں میں لفظ فرض بھی آیا ہے) (بہار شریعت: جلد اول، حصہ دوم، ص:۱۰)

کیا زمانے نے ایسا کوئی قائد ورہبر دیکھا ہے جس نے اپنے ماننے والوں سے اتنی محبت کی ہو؟ مصطفیٰ پیارے ہماری کمزوریوں سے بخوبی واقف تھے۔ہم پر بار نہ گزرے ترک فرض کے عوض کہیں ہم جہنم کے مستحق نہ ہوجائیں اس غرض سے مصطفیٰ پیارے کتنی احتیاط فرماتے۔

وقتِ دیدارِ خدا اُمت کی یاد: مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم معراج کے لیے تشریف لے جارہے تھے تب آپ کی نظر براق پر پڑی فکر مند ہوکر سر جھکا لیا جبرئیل علیہ السلام کو خطاب الٰہی ہوا کہ اے جبرئیل! میرے محبوب سے پوچھو کہ کیا پریشانی لاحق ہے اور کس وجہ سے توقف ہے؟ آقا علیہ السلام نے فرمایا: میں گھر سے نکلا ہوں مجھے خلعت واعزاز حاصل ہوا ہے میرے اعزاز واکرام کے لیے تمام ملائکہ مقربین حاضر ہوئے ہیں اور برق رفتار براق میرے لیے لائے ہیں۔ مجھے اندیشہ ہوا کہ کل قیامت کو جب میری امت قبروں سے اٹھے گی، برہنہ، خالی پیٹ، بھوکی، پیاسی، گناہوں کا بوجھ گردن پر رکھے، بے شمار مظلوموں کے ہاتھ ان کے دامن میں ہوں گے، پچاس ہزار سالہ راہ ان کے سامنے ہوگی، تیس ہزار سالہ باریک اور تاریک راہِ دوزخ پر سے گزرنا ہوگا وہ بے بضاعت فقرا اس مسافت کو کس طرح اور کن پیروں سے طے کرسکیں گے؟ فرمان آیا: ''اے میرے حبیب! غم نہ کیجئے میں نے جس طرح آج رات عزت وبزرگی کا براق آپ کے دروازے پر بھیجا ہے اسی طرح آپ کی بلند ہمت امت کی ہر قبر پر ایک براق بھیجوں گا اور تمام کو سوار کر کے سلامتی کے ساتھ ہنستے کھیلتے پل صراط سے گزاردوں گا قیامت کا پچاس سالہ راستہ پلک جھپکنے میں طے کرواکر بہشت عنبریں میں پہنچادوں گا۔(معارج النبوہ، ص:۴۵۴)

جب آقا علیہ السلام لامکاں پہنچے تب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خدا کی ثنا ان الفاظ میں بیان کی: **التحیات للہ والصلوات والطیبات** گویا کہ تمام زبانی مدح وثنا، بدنی طاعات وعبادات اور خدمات اور مالی خیرات ومبرات اور احسانات کو ان الفاظ میں جمع کردیا۔ جب آقا علیہ السلام نے یہ ثنا اللہ عزوجل کی خدمت میں پیش کی تو حق سبحانہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پر سلام بھیجا اور کیا۔فرمایا: **السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ** آقا علیہ السلام نے سلام کا جواب یوں دیا: **السلام علینا وعلیٰ عباداللہ الصالحین** غرضیکہ غم خوارِ امت نے اپنی امت کو دیدار الٰہی اور شرف ہم کلامی کے وقت بھی فراموش نہیں کیا وہاں بھی امت کی یاد فرمائی۔

شریف الاوقات میں ہے کہ جب آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سلام کو قبول کر کے صلحائے امت کو اس جگہ یاد فرمایا تو آواز آئی: ''اے محمد! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہم جبرئیل کو اپنے حرم خاص میں

داخل نہیں ہونے دیتے اور آپ نے اپنی امت کو شریک فرمالیا۔ (مرجع سابق)

اس رات حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حق سبحانہ وتعالیٰ سے اپنی امت کے لیے سوال کیا جب بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم خطاب کرتے تو عرض کرتے: الٰہی! امت، امت۔ یہاں تک کہ سات سو مرتبہ اور ایک روایت میں سات ہزار بار اس خطاب سے مشرف ہوئے اور ہر مرتبہ یہی جواب دیتے: الٰہی! میں اپنی امت کو تجھ سے چاہتا ہوں۔

ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے سرکار اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ ''نفی الفی عمن استنار بنورہ کل شئی''میں تحریر فرماتے ہیں کہ''جان برادر! تو نے کبھی سنا کہ تیرا محبّ تجھے منانے کی فکر میں رہے اور پھر محبوب بھی کیسا! جانِ ایمان وکانِ احسان جسے اس کے مالک نے تمام جہان کے لیے رحمت بھیجا اور اس نے تمام عالم کا بارتنِ نازک پر اٹھالیا۔تمہارے غم میں دن کا کھانا رات کا سونا ترک کر دیا تم رات دن لہو ولعب اور ان کی نافرمانیوں میں مشغول اور وہ شب وروز تمہاری بخشش کے لیے گریاں وملول۔

جب وہ جانِ رحمت وکانِ رأفت پیدا ہوا بارگاہِ الٰہی میں سجدہ کیا اور رب ھب لی امتی (یااللہ! میری اُمت کو بخش دے) (صحیح مسلم)

جب قبر شریف میں اُتار لب جاں بخشش کو جنبش تھی بعض صحابہ نے کان لگا کر سنا، آہستہ آہستہ ''امتی، امتی''(میری امت، میری امت) فرماتے تھے۔(صحیح مسلم شریف)

قیامت میں بھی انہیں کے دامن میں پناہ ملے گی تمام انبیا علیہم السلام سے نفسی، نفسی اذھبوا الیٰ غیری (صحیح مسلم شریف) (آج مجھے اپنی فکر ہے کسی اور کے پاس چلے جاؤ) سنو گے اور اس غم خوار اُمت کے لب پر یارب امتی (اے رب میری امت کو بخش دے) کا شور ہوگا۔

بعض روایات میں ہے کہ حضور ارشاد فرماتے ہیں: جب انتقال کروں گا صور پھونکنے تک قبر میں''امتی امتی''پکاروں گا۔کان بجنے کا یہی سبب ہے کہ آواز جاں گداز اس معصوم، عاصی نواز کی جو ہر وقت بلند ہے، گاہے ہم سے کسی غافل ومدہوش کے گوش تک پہنچتی ہے۔ روح اسے ادراک کرتی ہے اسی باعث اس وقت درود پڑھنا مستحب ہوا کہ جو محبوب ہر آن ہماری یاد میں ہے کچھ دیر ہم ہجراں نصیب بھی اس کی یاد میں صرف کریں۔''(نفی الفی عمن استنار بنورہ کل شئی ص:۲۲)

وقت وصال اُمت کی یاد: امام محمد غزالی اپنی مشہور زمانہ کتاب مکاشفۃ القلوب میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال کے وقت جبرئیل علیہ السلام سے فرمایا کہ میرے بعد میری امت کا کون ہے؟ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ میرے حبیب علیہ الصلاۃ والسلام کو خوش خبری دے دو کہ میں انہیں امت کے بارے میں شرمندہ نہیں کروں گا اور انہیں اس بات کی بھی خوش خبری دے دو کہ جب لوگ محشر کے لیے اٹھائے جائیں گے تو وہ سب سے جلدی اٹھیں گے جب وہ جمع ہوں گے تو میرا حبیب ان کا سردار ہوگا اور بے شک جنت دیگر امتوں پر اس وقت تک حرام ہوگی جب تک کہ آپ کی امت اس میں داخل نہ ہوگی۔

بعد وصال اُمت کی یاد: وصالِ رسول کے بعد بدھ کی رات سحری کے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر انور میں داخل کیا گیا۔حضرت علی مرتضیٰ، حضرت عباس، حضرت فضل بن عباس اور حضرت قثم بن عباس رضی اللہ عنہم قبر میں داخل کرنے والے تھے۔حضرت قثم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: قبر انور سے سب سے آخر میں نکلنے والا میں ہی تھا اور سب سے آخر میں آپ کے چہرۂ انور کی زیارت کرنے والا میں ہی تھا۔ میں نے قبرِ مبارک میں آپ کو دیکھا کہ آپ کے لبِ مبارک حرکت کر رہے ہیں۔ میں نے اپنے کان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ مبارک کے قریب ہی کیے تو میں نے سنا کہ آپ فرما رہے ہیں رب امتی امتی (اے میرے رب میری امت، میری امت) یعنی امت کی مغفرت فرما۔(واقعات وصال، از: مدارج النبوۃ، ج:۲، وبعض از مشکوٰۃ، تذکرۃ الانبیاء ص:۶۳۶)

پل صراط پر یادِ اُمت: صراط حق ہے یہ ایک پل ہے کہ پشت جہنم پر نصب کیا جائے گا بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہوگا جنت میں جانے کا یہی راستہ ہے۔سب سے پہلے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گزر فرمائیں گے پھر اور انبیا ومرسلین پھر یہ امت پھر اور امتیں گزریں گی اور حسبِ اختلافِ اعمال پلِ صراط پر لوگ مختلف طرح سے گزریں گے بعض تو ایسے تیزی کے ساتھ گزریں گے جیسے بجلی کا کوندا کہ ابھی چمکا اور ابھی غائب ہوگیا اور بعض تیز ہوا کی طرح، کوئی ایسے جیسے پرندہ اڑتا ہے اور بعض جیسے گھوڑا دوڑتا ہے اور بعض جیسے آدمی دوڑتا ہے یہاں تک کہ بعض سرین پر گھسٹتے ہوئے اور کوئی چیونٹی کی چال جائے گا اور پل صراط کے دونوں جانب بڑے بڑے آنکڑے (اللہ ہی جانے کہ وہ کتنے بڑے ہوں گے) لٹکتے ہوں گے جس شخص کے بارے میں حکم ہوگا اسے پکڑ لیں گے مگر بعض تو زخمی ہو کر نجات پا جائیں گے اور بعض کو جہنم میں گرا دیں گے اور یہ ہلاک ہو جائے گا۔ یہ تمام اہل محشر تو پل پر سے گزرنے میں مشغول ہوں گے مگر وہ گناہ گاروں کا شفیع پل کے کنارے

کھڑا بہ کمال گریہ وزاری اپنی امتِ عاصی کی نجات کی فکر میں اپنے رب سے دعا کررہا ہوگا: رب سلم سلم الٰہی ان گناہ گاروں کو بچالے بچالے۔ایک اسی جگہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس دن تمام مواطن میں دورہ فرماتے رہیں گے کبھی میزان پر تشریف لے جائیں گے اور فوراً دیکھو تو حوضِ کوثر پر جلوہ فرما ہوں گے (مشکوٰۃ، ص:۴۹۳، بروایت ترمذی) پیاسوں کو سیراب فرمارہے ہیں اور وہاں سے پل پر رونق افروز ہوئے اور گرتوں کو بچایا۔غرض ہر ایک تو اپنی فکر میں ہے دوسروں کو کیا پوچھے صرف ایک ہی ہیں جنہیں اپنی کچھ فکر نہیں اور تمام عالم کا باران کے ذمے۔(بہارِ شریعت، ج:۱، حصہ اول، ص:۲۸)

اے اقوام عالم کے بادشاہو! للہ ہمیں بتاؤ کہ کیا تمہاری تاریخِ زندگی کے بڑے بڑے دفتروں میں کوئی ایسا چمکتا ہوا ورق بھی ہے؟ اے چاند وسورج کی دوربین نگاہو! تم خدا کے لیے بتاؤ کیا تمہاری آنکھوں نے بھی کبھی صفحۂ ہستی پر کسی نبی ورسول کی ایسی کوئی مثالی محبت دیکھی ہے اپنی امت کے ساتھ؟ خدا کی قسم! ہمیں یقین ہے کہ تم اس کے جواب میں ''نہیں'' کے سوا کچھ بھی نہیں کہہ سکتے۔

طبرانی وبیہقی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ہیں کہ حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ انبیا کے لیے سونے کے ممبر بچھائے جائیں گے وہ ان پر بیٹھیں گے اور میرا منبر باقی (خالی) رہے گا کہ میں اس پر جلوس نہ فرماؤں گا بلکہ اپنے رب کے حضور سروقد کھڑا رہوں گا اس ڈر سے کہ کہیں ایسا نہ ہو مجھے جنت میں بھیج دے اور میری امت میرے بعد رہ جائے۔ پھر عرض کروں گا: اے میرے رب! میری امت، میری امت۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے محمد! تیری کیا مرضی ہے میں تیری امت کے ساتھ کیا کروں؟ عرض کروں گا اے رب میرے! ان کا حساب جلد فرمادے۔ پس میں شفاعت کرتا رہوں گا یہاں تک کہ مجھے ان کی رہائی کی چھٹیاں ملیں گی جنہیں دوزخ بھیج چکے تھے۔ یہاں تک کہ مالک داروغۂ دوزخ عرض کرے گا ''اے محمد! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آپ نے اپنی امت میں رب کا غضب نام کو نہ چھوڑا۔''

مذکورہ بالا روایات سے اندازہ فرمایئے کہ ہمارے رسول نے ہم سے کس حد تک محبت کی اور ہم ان کی محبت کا کیا صلہ دے رہے ہیں لہٰذا محبت کے تقاضے کے مطابق ہم پر لازم ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت کے مقصد پر عمل کریں۔ دعوتِ دین کو عام کریں قولِ رسول پر عمل اور کردارِ رسول کو اختیار کریں۔ اللہ پاک ہمیں توفیق عطا فرمائے۔

﴿......﴾

شرعی احکام ومسائل

از: مفتی محمد نظام الدین رضوی

فنڈ کو قرض دینے کی شرط پر اس سے قرض لینا حرام ہے

مالیاتی تنظیموں کے درمیان یہ معاہدہ ہوتا ہے کہ یہ تنظیم اپنی ضرورت کے لحاظ سے فنڈ کی رقوم کو جتنے دن استعمال کرے اس کے عوض دوسرے وقت استعمال کی مدت کی نسبت سے فنڈ میں اپنی رقم جمع کرنے پر مجبور ہو یا دو اشخاص اسی معاہدے کے ساتھ روپیہ لین دین کریں تو یہ جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

المستفتی: غلام مخدوم سمنانی رضوی، دارالعلوم انوار رضا، نوساری گجرات۔

الجواب: دو تنظموں کے مابین یہ معاہدہ کہ:

''ہر تنظیم اپنی ضرورت کے لحاظ سے فنڈ کی رقوم کو جتنے دن استعمال کرے اس کے عوض دوسرے وقت استعمال کی مدت کی نسبت سے فنڈ میں اپنی رقم جمع کرنے پر مجبور ہو۔''

یا دو اشخاص کے درمیان یہ معاہدہ کہ:

''ہر شخص اپنی ضرورت کے لحاظ سے دوسرے شخص کی فالتو رقم کو جتنے دن استعمال کرے گا اس کے عوض دوسرے کو اس کی ضرورت کے وقت اپنی فالتو رقم استعمال کرنے کے لیے مجبور ہوگا۔''

ناجائز وگناہ ہے کہ یہ فی الواقع سودی کاروبار کا معاہدہ ہے۔

اس معاہدے کی شرعی حیثیت ''قرض بشرط قرض'' کی ہے کہ قرض دینے کی شرط پر قرض دینا طے پایا ہے اس میں قرض دہندہ تنظیم یا فرد کا کھلا نفع ہے اور یہ نفع بلا شبہہ قرض ہی کی وجہ سے ہے اس لیے سود ہے۔ حدیث میں ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا **کل قرض جر منفعة فهو ربا** ہر قرض جس کی وجہ سے نفع حاصل ہو سود ہے۔(۱)

حضرت عطا بیان کرتے ہیں کہ **کانوا یکرهون کل قرض جر منفعة** صحابۂ کرام وسلف عظام علیہم الرحمۃ والرضوان ہر قرض جس سے کوئی نفع حاصل ہونا جائز قرار دیتے تھے۔(۲)

وفي الخلاصة: القرض بالشرط حرامٌ والشرط لغو بأن يقرض علىٰ أن يكتب به الىٰ بلد كذا ليوفي دينه. وفي الأشباه: كل قرض جر نفعاً حرامٌ. اه (۳)

اس معاہدے کی نظیر بیع کا یہ مسئلہ ہے کہ بائع نے کوئی سامان اس شرط کے ساتھ بیچا کہ مشتری اسے اتنے روپے قرض دے یہ عقد اس لیے حرام ہے کہ اس میں ایک فریق کا نفع ہے جو سود ہے اور اسی وجہ سے حدیث پاک میں اس سے ممانعت فرمادی گئی۔ ارشاد رسالت ہے:

لايحل سلف وبيع قرض وبیع ایک ساتھ حلال نہیں۔(۴)

قرض بھی انجام کار کے لحاظ سے بیع ہی ہے لہٰذا اس کا بھی یہی حکم ہے۔ ہدایہ میں ہے: **وكذلك (أي يفسد) لو باع عبداً علىٰ أن يقرضه المشترى درهماً...... لأنه، شرط لايقتضيه العقد وفيه منفعة لأحد المتعاقدين ولانه نهىٰ عليه السلام عن بيع وسلف .** اه(۱) بنایہ میں ہے: **هذا الحديث رواه اصحاب السنن الأربعة الا ابن ماجة. اختصره من حديث عبدالله بن عمرو بن العاص قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لايحل سلف وبيع...... قال الترمذي: حديث حسن، صحيح ورواه محمد بن الحسن الشيباني في كتاب الأثار وفسره وقال: أماالسلف والبيع فالرجل يقول للرجل "أبيعك عبدي هٰذا بكذا، أو كذا علىٰ أن تقرضني كذا وكذا.** اه (۲) شامی میں ہے: **وحكم البيع كالقرض** اه (۳) ہدایہ میں ہے: **ألقرض اعادة وصلة في الابتداء ومعاوضة في الانتهاء اه ملخصا.** (۴)

اس تفصیل سے بخوبی عیاں ہے کہ درج بالا معاہدہ سود کی علت سے پاک نہیں لہٰذا مقروض پر قرض دینے کی شرط نہ رکھی جائے۔ یا تو اسے بلا شرط قرض دیں یا فنڈ کا نفع بھی مقصود ہو تو اس سے عقد مضاربت کرلیں گو نفع میں فنڈ کا حصہ کم ہی رکھیں۔ اس طرح ہر فرد اور تنظیم کی ضرورت بھی پوری ہوگی اور ساتھ ہی فنڈ کا بھی کچھ نہ کچھ نفع ہوتا رہے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ ☆☆☆

ماں باپ کو چھوٹا خدا کہنا کیسا ہے؟

زید نے قرآن شریف کی آیت **وقضیٰ ربک الا تعبدوا الا ایاہ وبالوالدین احسانا اما یبلغن عندک الکبر احدھما او کلھما فلا تقل لھما اف ولاتنھرھما وقل لھما قولا کریما** پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہارا بڑا خدا ہے اور تمہارے والدین تمہارے چھوٹے خدا ہیں تو کیا زید کا یہ بیان صحیح اور شریعت کے مطابق ہے یا شریعت کے خلاف ہے؟ اگر خلاف ہے تو کیا حکم لازم آتا ہے اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ اور جو نماز ان کے پیچھے پڑھی گئی اس کا کیا حکم ہے؟

(۲) زید نے اپنے بیان میں فرمایا کہ جو لوگ ریل کی پٹری پر کٹ کر خودکشی کرتے ہیں یا جو لوگ زہر کھا کر اور خود سے جل کر اور پھانسی لگا کر خودکشی کرتے ہیں ان کی نماز جنازہ نہ پڑھو، خودکشی کرنے والوں کے بارے میں شریعت کا حکم ہے کہ انہیں ایک کپڑے میں لپیٹ کر گڈھے میں پھینک دو۔ تو کیا حضرت کا یہ مسئلہ بیان کرنا صحیح ہے یا غلط؟ جو بھی حکم شرع ہو وہ بیان فرمائیں اس صورت میں زید کو کیا کرنا چاہیے؟

المستفتی: انیس احمد، اعظمی نگر، بھیونڈی، مہاراشٹر

الجواب: یہ کہنا کہ ''اللہ تعالیٰ تمہارا بڑا خدا ہے اور تمہارے والدین تمہارے چھوٹے خدا ہیں'' کلمۂ کفر ہے۔ قائل پر واجب ہے کہ علانیہ مسلمانوں کے مجمع میں اس سے توبہ کرے اور اس سے بیزاری ظاہر کرے اور احتیاط اس میں کہ تجدید ایمان اور بیوی والا ہو تو تجدید نکاح بھی کرے۔ ''خدا'' فارسی زبان کا لفظ ہے جو اسم فاعل سماعی یہ دو الفاظ ''خود'' اور ''آ'' صیغۂ امر سے مرکب ہے۔ معنی ہے ''جو خود سے آیا ہو، خود سے موجود ہو'' یعنی اپنے وجود میں دوسرے کا محتاج نہ ہو اور یہ شان صرف اللہ عزوجل کی ہے جو قدیم ازلی ابدی ہے یہی وجہ ہے کہ اس لفظ کا اطلاق اللہ عزوجل کی ذات پاک کے ساتھ خاص ہے جیسا کہ مسلمانانِ عالم کا عرف اس پر شاہد ہے اور علی الاطلاق یہ لفظ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے سوا کسی پر نہیں بولا جاتا۔ عنایت اللغات میں ہے:

''چوں لفظ خدا مطلق باشد بر غیر ذاتِ باری تعالیٰ اطلاق نکنند مگر درصورتیکہ بچیزے مضاف شود چوں کہ خدا و دہ خدا و گفتہ اند کہ خدا بمعنی ''خود آیندہ'' است، چہ مرکب ست از کلمۂ ''خود'' وکلمۂ ''آ'' کہ صیغۂ امر ست از آمدن وظاہر ست کہ امر بترکیب اسما، معنی اسمِ فاعل پیدا می کند و چوں حق تعالیٰ بظہور خود بدیگرے محتاج نیست لہٰذا بایں صفت خوانند، از رشیدی و خیابان، و خان آرزو۔

و در سراج اللغات نیز از علامۂ دوانی و امام فخر الدین رازی ہمیں نقل کردہ'' (غیاث اللغات، باب خائی معجمہ ص ۲۵۹)

ہاں! لفظ خدا جب دوسرے لفظ کی طرف مضاف کر کے استعمال کیا جاتا ہے تو اس کا معنی بدل جاتا ہے جیسے کتخدا، کدخدا، خدائگاں وغیرہ کہ یہ الفاظ صاحبِ خانہ اور بادشاہ معظم کے معنی میں مستعمل ہیں، مگر چھوٹا خدا باپ و ماں کے معنی میں مستعمل نہیں، نہ خدا کو چھوٹا کی طرف مضاف کرنے سے اس کا معنی بدلتا ہے۔ سوائے اس کے کہ خدا چھوٹا ہوجاتا ہے مگر وہ خدا ہی رہتا ہے۔ خاص کر صورت مسئولہ میں کہ یہاں ''چھوٹا خدا'' بڑا خدا کے مقابل میں استعمال کیا گیا ہے جس سے متبادر ہوتا ہے کہ خدا تو اللہ بھی ہے اور ماں باپ بھی مگر اللہ بڑا خدا ہے اور ماں باپ چھوٹے خدا۔ اس لیے یہ کلمۂ کفر ہے مگر چونکہ اس میں تاویل کی گنجائش ہے اس لیے قائل کو کافر نہ کہیں گے تاہم تجدید ایمان وتجدید نکاح کا حکم احتیاطاً دیا جائے گا اور توبہ تو بہرحال واجب ہے کہ یہ تعبیر نہایت قبیح ہے نیز اس شخص پر واجب ہے کہ اپنی طرف سے نکتہ آفرینی نہ کرے، ذمہ دار علمائے اہل سنّت کی کتابوں کا مطالعہ کرے اور انہیں کے مضامین بیان کرنے پر اکتفا کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ہر شخص کو سود کا غبار پہونچنے کا مطلب اور حدیث سنن کی تشریح

سنا ہے کہ حدیث میں ہے کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا جس میں ہر شخص تک سود کا غبار یا دھواں کم از کم ضرور پہنچے گا، وہ زمانہ کب تک آئے گا وہ حدیث کیا ہے۔ نیز عرض یہ ہے کہ اس حدیث پاک کی تشریح بھی فرمائیں، کرم ہوگا۔

المستفتی: محمد حامد رضا قادری، تولی چوکی حیدرآباد (دکن)

الجواب: آج کا زمانہ تقریباً وہی زمانہ ہے جس کی نشاندہی سرور کائنات علیہ افضل الصلوات والتحیات نے ان الفاظ میں فرمائی تھی:

لیاتین علی الناس زمان لایبقی أحد الا اکل الربوٰ فان لم یاکلہ اصابہ من بخارہ ویرویٰ من غبارہ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۴۵، ألفصل الثانی من باب الربوٰ، عن أبی ھریرۃ، رواہ احمد وابوداؤد والنسائی وابن ماجہ)

ترجمہ: ایک زمانہ ایسا ضرور آئے گا کہ کوئی بھی آدمی سود کھائے بغیر نہیں رہے گا اور اگر کوئی اس سے محفوظ بھی رہ جائے تو کم از کم اسے سود کا دھواں یا غبار ضرور پہنچے گا۔

آپ حالاتِ زمانہ کا ایک سرسری جائزہ لے لیجیے، ارشادِ نبوت کے بے شمار شواہد محسوس شکل میں آپ کے سامنے آجائیں گے۔ مثلاً

(۱) عام طور سے مسلم ممالک کے بینکنگ نظام میں سود کاری جز ولاینفک کی حیثیت سے شامل ہے۔

(۲) غیر مسلم حکومتوں میں بھی اہلِ اسلام کا ایک بڑا طبقہ بینکوں سے سودی قرض لینے میں کوئی عار نہیں محسوس کرتا۔

(۳) مسلم مالیاتی ادارے بھی نام بدل کر سود کو ہی فروغ دے رہے ہیں۔

(۴) غیر مسلم مہاجنوں سے ادھار کاروبار تقریباً نوے فیصدی سود پر ہی مشتمل ہوتا ہے بلکہ بہت سے مسلمان تاجروں کا بھی یہی شیوہ ہے۔

(۵) چیک، پر.جی اور شوگر ملوں کی پرچی کی خرید وفروخت بھی پورے طور پر سود سے آلودہ ہے پھر بھی بازار میں اس کا رواج عام ہے۔

(۶) ایک عقد میں دو عقد کا طریقہ بھی بایں طور پروان چڑھ رہا ہے کہ دام نقد دو گے تو اتنا اور ادھار رکھو گے تو اتنا۔

یہ بھی سود کے ہی زمرے میں شامل ہے۔

(۷) سینچائی کے لیے استعمال کیا ہوا نہروں کا پانی، سپلائی واٹر، اور بجلی۔ ان کی بل وقت پر ادا نہیں ہوتی تو اس پر بھی سود اور بسا اوقات سود در سود دینا پڑتا ہے۔

(۸) کسان، کھیتوں میں ڈالی جانے والی کھاد زیادہ تر کوآپریٹیو بینکوں سے ادھار لیتے ہیں جس پر انہیں ایک طے شدہ در سے سود دینا پڑتا ہے اور اب تو رفتہ رفتہ بیج بھی اسی طور پر لی جانے لگی ہے۔

اس طرح کھانے کے غلہ اور شکر کے پودوں کی سینچائی اور ان کی غذا کے لیے جو پانی اور کھاد استعمال کی جاتی ہے وہ سود کی آلودگی سے پاک نہیں، پینے کا پانی اور بجلی کی روشنی بھی سود سے آلودہ ہے یوں ہی بچھانے اور پہننے کے کپڑے بھی براہِ راست، یا بالواسطہ ہمیں سود کی راہ سے ہی حاصل ہوتے ہیں۔

غرضیکہ کھانا، پانی، روشنی، کپڑا، سب میں بڑی حد تک سود کی آمیزش موجود ہے۔ یہ صحیح ہے کہ ابھی بہت سے پاکباز بندے اس طرح کے امور سے بچتے ہیں لیکن وہ لوگ ان امور سے ملوث ہیں ان سے ان پاکبازوں کا بھی کسی نہ کسی حیثیت سے لگاؤ ضرور ہے۔ اِلا یہ کہ کوئی تارک الدنیا گوشۂ تنہائی میں محبوس ہو۔

اور اگر سود کا دائرہ پھیلا کر تمام عقود فاسدہ تک وسیع کر دیا جائے تب تو اس پورے کارگہِ عالم میں سود اور اس کے چھوڑے ہوئے بدنما اثرات سے دامن بچانا بہت دشوار ہوگا۔

کیوں کہ عقود فاسدہ کے اڑتے ہوئے غبارات پورے عالم کو اپنی لپیٹ میں لے رہے ہیں جیسا کہ درج ذیل مثالوں سے اس کا اندازہ ہوگا۔

(۱) رشوت کا لین، دین حکام اور ان کے ماتحتوں کی عادت ثانیہ بن چکی ہے۔

(۲) لاٹری کا کاروبار جس کی دسیوں شکلیں رائج ہیں اور ان سب کا حاصل قمار وجوا بازی ہے۔

(۳) جنرل انشورنس یعنی گاڑیوں اور مکانات اور دکانات کا اختیاری بیمہ یہ بھی ایک قسم کا قمار ہے۔

(۴) لائف انشورنس یعنی زندگی بیمہ۔ یہ بھی شرائطِ جواز کے فقدان کی صورت میں قمار ہی کے افراد سے ہے۔

(۵) سامان کی اُدھار خرید وفروخت بایں طور کہ دام کی ادائیگی کی میعاد نہیں مقرر کی جاتی۔

(۶) شراب کی خرید وفروخت۔

(۷) حلال جانوروں کے حرام اعضا مثل خصیا، اوجھڑی وغیرہ کی بیع وشرا۔ واضح ہو کہ حلال جانوروں میں بائیس اجزا ایسے ہیں جن کا کھانا شرعاً ممنوع ہے انہیں میں کپورے بھی ہیں ان اجزا کی تفصیل مع دلیل فتاویٰ رضویہ جلد ہشتم مطبوعہ سنی دارالاشاعت میں ہے۔

(۸) مشینی ذبیحہ کا گوشت حرام ہے تو اس کی خرید وفروخت بھی حرام ہوئی بہت سے ممالک میں عام طور پر یہی گوشت دستیاب ہوتا ہے اور لوگ اسی کو خریدتے اور کھاتے ہیں۔

اس تفصیل سے یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ آج سود کا غبار ہماری آبادی کے بیشتر حصے کو اپنی لپیٹ میں لے چکا ہے اور پاک دامنوں تک بھی اس کے اثرات پہونچ رہے ہیں۔ خدائے پاک اس سے محفوظ رکھے آمین۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

﴿......﴾

خدا کی بارگاہ میں توبہ کرو

از: محمد توفیق احسن برکاتی مصباحی

مذہبِ اسلام نے یومِ آخرت کے حساب وکتاب، جزاوسزااور عذاب وعتاب کا ہوش ربا تصور دے کر مسلمانوں کو جرائم میں گرفتار ہونے اور گناہ کرنے سے حفظ وامان عطا کر دی ہے اس کے باوجود اگر کوئی ان جاں سوز ہلاکت خیز حالات سے بےفکر و بےخبر ہو کر گناہوں کے قریب چلا جائے یا کسی کو ان کے قریب جانے میں مدد دے یا رہنمائی کرے اور اس کے ذہن وفکر میں تصورِ آخرت کا جذبہ بیدار ہو جائے اور آخرت کی ہولناکیوں سے بچنے کی فکر اسے دامن گیر ہو جائے تو اسے اپنے کیے پر افسوس ہوتا ہے، ندامت ہوتی ہے، اپنے وجود کو رحمتِ خداوندی اور انعامِ خداوندی سے دور جاتا ہوا محسوس کرتا ہے تو ندامت کی دو بوندیں اس کی زندگی میں انقلاب برپا کر دیتی ہیں اب وہ خداعزوجل کے رحم وکرم سے پُر امید ہو کر سچے دل سے تائب ہوتا ہے، گناہوں کی معافی طلب کرتا ہے، خطاؤں کو یاد کر کے روتا ہے، گڑگڑاتا ہے، پامال کردہ حقوق کی ادائیگی کے لیے کوشاں دکھائی دیتا ہے، جو فرائض اس کے ذمے باقی رہ گئے ہیں اس کی بھرپائی کی سعی بلیغ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ رؤف ورحیم کو اپنے اس بندے پر بےپناہ رحم آتا ہے، دریائے رحمت جوش میں آتا ہے اور اسے رب تبارک وتعالیٰ کی بارگاہِ عالیہ سے معافی کا پروانہ مل جاتا ہے، اس کی توبہ قبول ہوتی اور بندے کے اس طرزِ عمل سے اللہ تعالیٰ بہت زیادہ خوش ہوتا ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے: بخدا اللہ تعالیٰ کو اپنے بندے کی توبہ پر اس سے زیادہ خوشی ہوتی ہے کہ جب تم میں سے کسی شخص کو جنگل میں گم شدہ سواری مل جائے۔ (مسلم شریف ص:۳۵۴، ج:۲)

قرآن مقدس میں ارشادِ خداوندی ہے: بے شک توبہ کرنے والے اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں۔ (بقرہ۲/۲۲۲)

توبہ کی تعریف: خطائے سابق پر آتشِ ندامت سے باطن کا پگھلنا توبہ کہلاتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشادِ پاک ہے "اَلنَّدَمُ تَوْبَةٌ" ندامت وشرمندگی کا نام ہی توبہ ہے۔ (ابن ماجہ۳۲۳/) یہ ایسا ارشاد ہے کہ جس میں توبہ کے تمام شرائط پنہاں ہیں۔

توبہ کے شرائط: توبہ کی تین شرطیں ہیں (۱) مخالفت پر اظہارِ ندامت وافسوس کرے (۲) ترکِ حالت میں ذلت محسوس کرے (۳) دوبارہ گناہ نہ کرے۔

شرائط کی یہ تینوں باتیں ندامت میں موجود ہیں کیوں کہ جب دل میں ندامت پیدا ہوتی ہے تو پہلی دونوں شرطیں اور تیسری شرط ان کے ضمن میں پائی جاتی ہے۔

توبہ کے ارکان: توبہ کے ارکان تین ہیں (۱) معصیت وگناہ سے کنارہ کشی اختیار کرنا (۲) اس کے فعل پر نادم ہونا (۳) دوبارہ گناہ نہ کرنے کا پختہ عہد کرنا۔

مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں: "اس کا رکنِ اعظم بصدقِ دل اس گناہ سے ندامت ہے۔ فی الحال اس کا ترک اور اس کے آثار کا مٹانا اور آئندہ کبھی نہ کرنے کا صحیح عزم یہ سب باتیں سچی پشیمانی کو لازم ہیں" (فتاویٰ رضویہ جلد نہم ص:۲۵۴)

توبہ کا وجوب: توبہ کا وجوب قرآنی آیات اور احادیث سے ثابت ہے۔ فرمانِ خداوندی ہے "تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِیْعًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ" اس فرمان سے اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو حکم دیا کہ وہ توبہ کریں تاکہ ان کو فلاح وصلاح کی دولت بیش بہا میسر ہو۔

دوسری آیت میں ہے "یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا" اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سچی توبہ کے ذریعہ رجوع لاؤ اور خالص توجہ الی اللہ کے ذریعہ اپنی خطاؤں کی معافی طلب کرو۔

تفسیر جلالین میں اس آیت کے تحت ہے: **ای صادقة بان لا یعاد الی الذنب و لا یراد العود الیه** یعنی خالص سچی توبہ یہ ہے کہ اب دوبارہ گناہ نہ کرے اور نہ ہی اس کی طرف لوٹنے کا ارادہ دل میں پیدا ہو۔ (جلالین شریف:۴۶۶)

حضرت علامہ شیخ اسماعیل حقی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: حقیقی توبہ کی دو نشانیاں ہیں (۱) آئندہ اس فعل کے ترک پر پختہ ارادہ کر لینا (۲) اظہار ندامت اور اور استغفار پر مداومت۔ (تفسیر روح البیان ص:۱۱۸، ج:۶)

توبہ کے بارے میں ارشاداتِ نبویہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے گناہ سے توبہ کر لی وہ ایسا ہے جیسے گناہ کیا ہی نہیں۔ (مشکوٰۃ ص:۲۰۶)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر بنی آدم خطا کار ہے اور خطا کار کی بھلائی توبہ کر لینے میں ہے۔ (ابن ماجہ ص:۳۲۳)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ عزوجل اپنے بندے کی توبہ سے اس سے زیادہ خوش ہوتا ہے کہ جس کو جنگل میں اپنی گم شدہ سواری مل جائے۔ (بخاری شریف: ص۹۳۳ ج۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بندہ جب اپنے گناہوں کا اعتراف کر کے اللہ رب العزت کی بارگاہ میں رجوع لاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمالیتا ہے۔ (مشکوٰۃ: ص۲۰۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا: جس شخص نے جانبِ مغرب سے طلوعِ شمس سے پہلے توبہ کر لی اللہ تعالیٰ نے اس کی توبہ قبول فرمالی۔ (مسلم شریف: ص۳۴۶ ج۲)

حدیث قدسی میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے: اے ابن آدم! اگر تمہارے گناہ آسمان کی بلندی تک پہنچ جائیں پھر تم مجھ سے مغفرت طلب کرو تو میں تمہیں بخش دوں گا اور مجھے کچھ پروا نہ ہوگی۔ (ترغیب و ترھیب: ص۶۴۹/ ج۱)

ان احادیثِ نبویہ کے علاوہ بے شمار اقوالِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں جن سے توبہ و استغفار کے وجوب وثبوت پر واضح روشنی پڑتی ہے اور اس کی ضرورت وافضلیت ہر کسی پر عیاں ہو جاتی ہے۔

خالص توبہ گناہوں کا کفارہ اور دخولِ جنت کا ذریعہ ہے۔ قرآن مقدس میں ارشاد ہوتا ہے ''یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ یُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَیِّاٰتِكُمْ وَ یُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ '' اے ایمان والو! اللہ کی طرف ایسی توبہ کرو جو آگے کو نصیحت ہو جائے قریب ہے کہ تمہارا رب تمہاری برائیاں تم سے اتار دے اور تمہیں باغوں میں لے جائے جن کے نیچے نہریں بہیں۔ (تحریم:۶۶۔ آیت ۸)

توبہ واستغفار کرنے والی قوم کو اللہ عزوجل عذاب نہیں دیتا اور نہ ہی انہیں گرفتار بلا کرتا ہے جیسا کہ خداوندِ قدوس ارشاد فرماتا ہے ''وَ مَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَ هُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ '' اور اللہ انہیں عذاب کرنے والا نہیں جب تک وہ بخشش مانگ رہے ہیں۔ (انفال:۸۔ آیت ۳۳)

توبہ واستغفار سے نہ صرف یہ کہ بندہ گناہوں سے پاک وصاف ہو جاتا ہے بلکہ جن گناہوں اور جن جرائم سے اس نے توبہ کی ہے اس کے بدلے اللہ عزوجل اسے نیکیاں عطا فرماتا ہے یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مومن کی تعریف میں یہ نہیں فرماتا کہ وہ بندگی کی راہ پر آ کر بھی اس سے پھسلتا نہیں ہے بلکہ اس کی قابلِ تعریف صفت یہ قرار دیتا ہے کہ وہ پھسل پھسل کر بار بار اسی راہ کی طرف آتا ہے، خطا پر شرمسار ہوتا اور معافی مانگتا ہے تو رب کی رحمت اس کے غضب پر غالب آجاتی ہے اور ملائکہ خود اس بندے کو مژدۂ بخشش سنانے آتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جب مخلوق کو پیدا فرمایا تو عرش کے اوپر اپنے پاس کتاب میں لکھ دیا کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔ (مسلم شریف: ص۳۵۶ ج۲)

لہٰذا ہم پر لازم ہے کہ خدائے تعالیٰ کے رحم وعنایت اور لطف و کرم سے پر امید ہو کر اپنے تمام گناہوں سے توبہ کریں اور ہر وقت استغفار کو لازم پکڑیں۔ حدیث پاک میں ہے: جس نے اپنے نوشتہ میں زیادہ استغفار پایا اس کے لیے خوش خبری ہے۔ (ترغیب وترھیب)

توبہ کا طریقہ: حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آدمی کا ہر بول اس پر لکھا جاتا ہے تو جو گناہ کرے پھر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا چاہے اسے چاہیے کہ بلند جگہ پر جائے اور اللہ تعالیٰ کی طرف ہاتھ پھیلائے اور کہے: الٰہی! میں اس گناہ سے تیری طرف رجوع لاتا ہوں اب کبھی ادھر عود نہ کروں گا۔ اللہ تعالیٰ اس کے لیے مغفرت فرما دے گا جب تک اس گناہ کو پھر نہ کرے۔ (المستدرک للحاکم: ۱۶۱، ج۴)

اللہ عزوجل کی بارگاہ میں دعا ہے کہ ہمیں گناہوں سے بچتے رہنے اور ہر وقت توبہ واستغفار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

﴿......﴾

موثر دعوت وتبلیغ

(سیرتِ نبوی وعصرِ حاضر کے تناظر میں)

از: ابوظفر عادل اعظمی

موجودہ دور میں ابلاغ اور میڈیا کی پہنچ اور اہمیت اتنی بڑھ گئی ہے کہ منٹوں سکینڈوں میں کوئی اطلاع یا پیغام دنیا کے ایک کونے سے دوسرے کونے انتہائی کم خرچ پر بہ آسانی پہنچایا جاسکتا ہے لیکن کم وقت اور کم خرچ کے ساتھ زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچنا اور ان تک موثر انداز میں بات پہنچانا ایک بڑا چیلنج ہے۔صحافت اور ابلاغ کے ماہرین نے جہاں اس ضمن میں مختلف اصول وقوانین وضع کیے ہیں جس کی مدد سے کسی بھی پیغام کو موثر انداز میں مخاطب تک پہنچایا جاسکتا ہے وہیں اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات گرامی اور آپ کی سیرت مبارکہ زندگی کے دوسرے میدانوں کے ساتھ اس میدان میں بھی ہماری رہنمائی کرتی ہے۔

ابلاغ کیا ہے؟ اس کو موثر کیسے بنایا جاسکتا ہے؟ یہ ایک اہم سوال ہے۔ابلاغ کے جدید ماہرین نے اس میدان میں بہت سارے اصول وضع کیے ہیں اور جدید صنعتی گھرانوں نے اخبارات ورسائل اور ٹی وی چینلوں کے حوالے سے متعدد تحقیقات کی ہیں کہ ابلاغ کو کیسے موثر بنایا جاسکتا ہے؟

چلی بریز صحافت اور ذرائع ابلاغ کے میدان کا ایک اہم نام ہے۔ابلاغ کو موثر بنانے کے لیے اس نے ایک دس نکاتی فارمولہ دیا ہے۔اس کے مطابق موثر ابلاغ کے لیے ضروری ہے کہ

☆ موضوع پر بات ہو۔

☆ بات عام فہم ہو۔

☆ بات واضح اور متعین ہو، مبہم اور گول مول نہ ہو۔

☆ مختصر اور سادہ جملے استعمال کیے جائیں۔

☆ مخاطب کی پہچان ہو اس کی نفسیات، لیاقت، تجربہ اور عمر کا لحاظ رکھا جائے۔

☆ موقع محل کا لحاظ کیا جائے۔☆ مثبت طرز اظہار اختیار کیا جائے۔☆ مخاطب سے انس اور تعلق ہو۔

سیرت نبوی سے ذرائع ابلاغ کے استعمال سے جو سب سے پہلی اور بنیادی رہنمائی ملتی ہے وہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کوہ صفا سے پہلا خطاب ہے۔جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی مرتبہ اہل مکہ کو اعلانیہ ایک خدا کی بندگی کی دعوت دی۔عرب میں یہ دستور تھا کہ جب کسی قوم کو شدید خطرہ لاحق ہوتا تو خبر دینے والا شخص کسی قریبی پہاڑی یا اونچی جگہ پر چڑھ کر یا صباحا یا صباحا کی آواز لگاتا۔خبر دار کرنے والا شخص عموماً ننگا ہوتا اسے نذیر عریان (ننگا ڈرانے والا) کہا جاتا ہے کیوں کہ عربوں کے مطابق خطرے کی شدت کی وجہ سے اسے اپنے کپڑے تک کا ہوش نہیں تھا۔اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی اہل مکہ کو پیش آمدہ خطرے سے خبر دار کرنے کے لیے اس وقت کے ذریعہ ابلاغ (میڈیا) کا استعمال تو کیا لیکن اس کی قبیح چیز کو جو دین اسلام اور حیا وشرم کی منافی تھی، الگ کر دیا۔

اس واقعے سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ جدید وسائل وذرائع کا استعمال ناگزیر اور ضروری تو ہے لیکن اس کی قباحتوں اور خلاف شرع چیزوں سے احتراز اور اجتناب لازمی ہے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسوہ سے موثر ابلاغ کے سلسلے میں جو واضح ہدایات ہمیں ملتی ہیں۔ہم ان کو تین حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

☆ اسلوبِ ابلاغ ☆ موقع محل ☆ مواد

اسلوبِ ابلاغ: ابلاغ میں اہم ترین وصف اسلوبِ ابلاغ یا اندازِ گفتگو ہے۔اگر اندازِ گفتگو اور اسلوب بہتر اور مناسب نہ ہو تو عموماً بھلی بات بھی بری معلوم ہوتی ہے اور خاطر خواہ نتیجہ حاصل نہیں ہو پاتا۔اس ضمن میں اللہ کے رسول کے مختلف اسوے نہ صرف ہمارے لیے مشعل راہ ہیں بلکہ جدید اصول ابلاغیات بھی اسی کا چربہ معلوم ہوتے ہیں۔

☆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو تم لوگوں کی طرح لگاتار جلدی جلدی نہیں ہوا کرتی تھی بلکہ صاف صاف اور ہر مضمون ایک دوسرے سے ممتاز ہوتا تھا کہ پاس بیٹھنے والے اچھی طرح ذہن نشیں کر لیں۔(شمائل ترمذی)

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم (بعض مرتبہ) کلام کو (حسب ضرورت) تین تین مرتبہ دہراتے تھے تاکہ سننے والے اچھی طرح سمجھ لیں۔(شمائل ترمذی)

☆ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ماموں ہند ابی ہالہ، جو کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اوصاف اکثر بیان کرتے تھے، سے عرض کیا کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی گفتگو کی کیفیت بیان کیجئے۔انہوں نے کہا......آپ بلاضرورت گفتگو نہ فرماتے تھے آپ کی پوری گفتگو ابتدا تا انتہا منہ بھر کر ہوتی تھی (یعنی نوک زبان سے کٹے ہوئے حروف کے ساتھ آدھی بات نہ کرتے تھے جیسا کہ زمانہ کے متکبرین کا دستور ہے) جوامع الکلم ارشاد فرماتے تھے......آپ کا کلام ایک دوسرے سے ممتاز ہوتا تھا اس میں کوتاہیاں نہیں ہوتی تھیں اور نہ ہی فضولیات۔جب کسی وجہ سے کسی جانب اشارہ فرماتے تو پورے ہاتھ سے اشارہ کرتے جب کسی بات پر تعجب کرتے تو ہاتھ پلٹ لیتے۔اگر دورانِ وعظ کسی بات پر زور دینا ہوتا تو اس پر قسم کھاتے۔(شمائل ترمذی)

آپ ہر قبیلے سے اس کی اپنی زبان اور لہجے میں بات کرتے تھے اور ان کی ہی زبان کے محاورات استعمال کرتے تھے۔چنانچہ قریش، انصار، اہلِ حجاز اور اہلِ نجد کے ساتھ آپ کا اندازِ گفتگو مختلف ہوتا تھا جو آپ ذی المعشار الہمدانی، تحفۃ الہندی، اشعث بن قیس، قطن بن حارثہ العلیمی، وائل بن حجر الکندی ودیگر امرائے حضرموت وشاہانِ یمن کے ساتھ اختیار کرتے تھے۔

آپ جب گفتگو کرتے تو الفاظ میں روانی ہوتی جیسے وہ ایک دوسرے کے پیچھے چلے آرہے ہوں۔آپ کے کلام میں وقفہ ہوتا تھا جس سے سننے والا آپ کی بات حفظ کرلیتا۔آپ بلند آواز اور سب سے زیادہ خوش آواز تھے۔

آپ نے باچھیں پھاڑ کر بات کرنے کو معیوب قرار دیا ہے اور گلے کی گہرائی سے آواز نکالنے والوں سے کنارہ کشی کی ہے۔آپ نامانوس الفاظ کو ترک کرتے اور ردی و بازاری الفاظ سے نفرت کرتے۔ جب آپ کوئی بات کرتے تو تین بار دہراتے تاکہ اچھی طرح سمجھ میں آجائے آپ کی گفتگو جو سنتا یاد کرسکتا۔اس طرح گفتگو کرتے کہ کوئی شخص آپ کے الفاظ گننا چاہتا تو گن سکتا تھا۔(مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مطابق آپ ہر قسم کے قبیح الفاظ سے اعراض فرماتے آپ کا ارشاد ہے کہ باچھیں کھول کھول کر گفتگو نہ کیا کرو یقیناً اللہ ایسے بلیغ آدمی سے بغض رکھتا ہے جو یوں چرتا ہو جیسے گائے چرتی ہے۔(ترمذی: کتاب الادب)

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نماز کا طول اور خطبے کا اختصار آدمی کے تفقہ کی دلیل ہے۔(مسلم)

موقع ومحل: اسلوبِ ابلاغ کے بعد اہم ترین وصف موقع ابلاغ ہے یعنی صحیح جگہ اور صحیح وقت پر بات کہی جائے۔ایسا اکثر ہوتا ہے کہ موادِ گفتگو اور اندازِ گفتگو کے بہتر ہونے کے باوجود کلام مؤثر نہیں ہو پاتا اس کی عموماً وجہ یہی ہوتی ہے کہ صحیح موقع ومحل کا لحاظ نہیں کیا جاتا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی نئی قوم کو دعوت دیتے وقت شریعت کے تمام احکامات کا بوجھ یک بارگی اس کی گردن پر نہ ڈالا جائے بلکہ رفتہ رفتہ اسے اس کے سامنے پیش کیا جائے پہلے توحید ورسالت ودیگر عقائد پھر عبادات۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ لوگوں کو جمعہ جمعہ وعظ کیا کرو اگر اس سے زیادہ ہو تو ہفتہ میں دو بار اگر اس سے بھی زیادہ کرنا چاہو تو ہفتہ میں تین بار اور لوگوں کو قرآن سے بیزار نہ کرو۔ایسا ہرگز نہ ہو کہ تم لوگوں کے پاس ایسے وقت میں آؤ جب وہ اپنی کسی اور دلچسپی میں ہوں اور اس وقت ان کو وعظ سنانا شروع کردو اور اس کا نتیجہ بیزاری ہو۔ایسے موقع پر خاموش رہو یہاں تک کہ لوگ تم سے خواہش کریں تو ان کو سناؤ تاکہ وہ تمہارا وعظ رغبت سے سنیں۔(مشکوٰۃ: کتاب العلم)

مواد: اگر اسلوب بھی عمدہ ہو اور موقع ومحل بھی مناسب ہو لیکن گفتگو مواد (Content) سے خالی ہو تو وہ بھی خاطر خواہ نتائج نہیں پیدا کرسکتی گو کہ جدید طرزِ ابلاغ کا زیادہ تر دھیان اسلوب اور موقع ومحل پر ہے لیکن یہ ایک ناقابل فراموش حقیقت ہے کہ اگر کوئی کلام عمدہ مواد سے خالی ہے تو ہزار جتن کے باوجود بھی اس کی اثر پذیری مفقود رہے گی۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غریب ونامانوس الفاظ سے پرہیز کرتے، گفتگو میں سلاست اور روانی ہوتی اور ناشائستہ وقبیح الفاظ سے ہمیشہ کنارہ کشی کی، تکلیف وتصنع کو ہمیشہ ناپسند کیا۔

اللہ رب العزت کی سنت رہی ہے کہ وہ اپنے انبیا ورسل کو متعلقہ قوم کی زبان میں بھیجتا ہے۔قرآن میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومه (سورہ ابراہیم:۴)

کیوں کہ اس کے بغیر رسول کا اپنی بات مخاطب کے سامنے دل نشیں، واضح اور ٹھوس انداز میں رکھنا انتہائی مشکل ہے۔اللہ کے رسول

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم افصح العرب تھے اللہ تعالیٰ نے پیغمبرانہ مشن پر کار بندر ہنے کی تلقین کرنے کے ساتھ ساتھ ہدایت دی:

وعظھم وقل لھم فی انفسھم قولاً بلیغا (سورہ نساء:۶۳)

انہیں سمجھاؤ اور ایسی بات کرو جو ان کے دلوں میں اتر جائے۔

یعنی قول بلیغ وہ قول ہوتا ہے جو دل میں اترتا ہوا محسوس ہوتا ہے اور موثر ابلاغ سے صرف دماغ پر ہی نہیں بلکہ دلوں پر بھی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ نے شہرہ آفاق کتاب **البیان و التبیان** میں مذکورہ آیت کے ٹکڑے "**قول بلیغ**" کی دو قسمیں بیان کی ہے۔

۱۔ کلام بذاتہ فصیح و بلیغ ہو

۲۔ بات کہنے والا بلیغ ہو اور مخاطب پر اس کا اثر ہو

کلام کے بذاتہ فصیح و بلیغ ہونے کی تین لازمی صفات ہیں

۱۔ لغوی لحاظ سے کلام درست ہو

۲۔ معنی و مقصود کے مطابق ہو

۳۔ کلام فی ذاتہ صحیح اور صادق ہو۔ (بحوالہ فصاحت نبوی، ص:۱۵۹)

سیرت کے مطابق مؤثر ابلاغ کے لیے ضروری ہے خبر یا پیغام مستند اور ٹھوس ہو وہ محض سنی سنائی بات پر مشتمل اور بے لگام نہ ہو۔ اس لیے حدیث میں کسی بات کو سن کر اسے بلا تحقیق فوراً پھیلانے کی ممانعت آئی ہے اور اسے نفاق کی علامتوں میں سے ایک علامت قرار دیا گیا ہے۔ قرآن میں واضح طور پر جھوٹی باتوں سے اجتناب کرنے کی ہدایت دینے کے بعد سورہ حجرات میں سختی سے ہدایت کی گئی:

یاایھا الذین آمنو ان جاء کم فاسق بنبا فتبینوا (سورہ حجرات:۶)

"اور جب کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو تم پہلے اس کی تحقیق کرو" اس آیت کو اور محض افواہ اور سنی سنائی باتوں کو خبر بنا کر پیش کرنے کا انجام کے پس منظر اچھی طرح سمجھا جا سکتا ہے۔

حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صرف حکیمانہ گفتگو اور معصوم کلام فرماتے، طویل بات کو مختصر الفاظ میں ادا فرماتے، مقابل کو صرف ایسی دلیل سے خاموش کرتے جس سے وہ آگاہ ہوا اور گفتگو میں حق کے ذریعہ دوسرے پر غلبہ حاصل کرتے۔ کسی کو دھوکہ نہ دیتے کسی کو شک میں نہ ڈالتے۔ لوگوں نے آپ کے کلام سے زیادہ نفع بخش، لفظوں کے اعتبار سے سچا، وزن کے اعتبار سے قابل اعتماد، عمدہ مطلب والا، موقع کے اعتبار سے حسین، مخرج کے لحاظ سے آسان، معنی کے لحاظ سے فصیح اور مقصود کے اعتبار سے واضح کلام نہیں سنا۔ (البیان، جاحظ)

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم دوران گفتگو اپنے مخاطب کی طرف متوجہ رہتے تھے یعنی مخاطب پر طاری ہونے والی کیفیت کا نوٹس لیتے تھے۔ ماہرین ابلاغیات کے نزدیک موثر ابلاغ کے لیے یہ انتہائی اہم اور ضروری وصف ہے اسے (Know your Audiences) اپنے سامعین کو پہچاننے کے نام سے بیان کیا جاتا ہے۔ مخاطب کی نفسیات کا لحاظ رکھنا مؤثر ابلاغ کے لیے انتہائی ضروری ہے۔ حدیث کے مطابق جیسا کہ ذکر کیا گیا آپ نامانوس، اجنبی الفاظ سے پرہیز کرتے تھے۔ مختلف قبائل کے وفود سے جب آپ ملاقات کرتے تو ان کے لہجے میں بات کرتے۔ ظاہر ہے کہ اس سے بات کو زیادہ مؤثر انداز میں پیش کیا جا سکتا ہے۔ گزشتہ صدی کے مشہور ماہر ابلاغیات ولبر شرم (Willber Sharm) نے اس کو مشترکہ میدان تجربہ (Common field of exprience) سے تعبیر کیا ہے۔ اس نے جدول اور خاکوں کی مدد سے یہ بات ذہن نشین کرانے کی کوشش کی ہے کہ قاری اور سامع کا میدان تجربے میں جتنا اشتراک اور ہم آہنگی ہوگی ابلاغ اتنا ہی مؤثر اور پائے دار ہوگا۔

مؤثر ابلاغ میں جسمانی اشارات کو خاص دخل ہے جدید شخصی ارتقا کے اصولوں میں بھی اسے خاص مقام حاصل ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے باچھیں پھاڑ کر بات کرنے کو معیوب قرار دیا ہے۔ آپ دوران گفتگو جب کسی جانب اشارہ کرنا ہوتا تو پورے ہاتھ سے اشارہ کرتے جب کسی بات پر تعجب کرتے تو ہاتھ پلٹ دیتے۔

آغاز کلام میں سامعین کی توجہ اپنی جانب مبذول کرانے کے لیے کبھی سوال کرتے تھے، کبھی چونکا دینے والے جملے بولتے اور کبھی کوئی پہیلی بوجھتے تاکہ لوگ بیدار ہوں اور توجہ سے سنیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لوگوں سے ان کی عقل و فہم کے مطابق گفتگو کرتے تھے۔ ان کا لہجہ صاف ہوتا تھا بولتے وقت ایک ایک لفظ سمجھ میں آجاتا تھا مختصر جملہ بولتے تھے اور وعظ بھی مختصر ہوتا تھا تاکہ طبیعت میں ملال پیدا نہ ہو۔ اسی وجہ سے آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم روزانہ وعظ نہیں کہتے تھے۔

خود آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مضامین کو دلچسپ بنا کر پیش کرو، مضامین سے نفرت نہ دلاؤ، تعلیم میں آسانیاں پیدا کرو، دشواریاں پیدا نہ کرو۔" حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "لوگوں کو ان کی فہم کے مطابق بات سمجھاؤ۔"

ان احادیث و آثار سے مؤثر ابلاغ کے متعدد نادر گوشے ہم پر منور ہوتے ہیں۔ ﴿.....﴾

خلیفہ اعلیٰ حضرت اور عظیم داعی ومبلغ

حضرت علامہ احمد مختار میرٹھی علیہ الرحمہ

از: مظہر حسین علیمی

اس خاک دانِ گیتی پر روزانہ ہزاروں بلکہ لاکھوں انسان جنم لیتے ہیں اور اپنی حیاتِ مستعار کے فانی لمحات گزار کر موت کے آہنی پنجوں کا شکار ہوجاتے ہیں۔ چند دنوں تک ان کے احباب واقارب ان کے فراق میں گریہ وزاری اور آہ وفغاں کرتے ہیں پھر مرورِ ایام کے ساتھ ساتھ ان کی یادیں دلوں کے پردوں سے اوجھل ہوجاتی ہیں اب نہ کوئی ان کا نام لیتا ہے نہ انہیں یاد کرتا ہے لیکن اسی فرشِ گیتی پر ایسے خوش نصیب افراد بھی پیدا ہوتے ہیں جو بظاہر ہماری نگاہوں سے چھپ جاتے ہیں لیکن وہ اپنے کارہائے نمایاں کی بنیاد پر زندہ ہوتے ہیں، ان کا ذکرِ خیر کیا جاتا ہے، ان کی دینی، ملی، سیاسی وسماجی خدمات کو یاد کیا جاتا ہے اور زندہ قومیں اپنے ان اسلاف کے نقوشِ قدم پر چلنے کی کوشش کرتی ہیں۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ وارضاہ عنا کے خلیفۂ اجل اور مبلغِ اسلام حضرت علامہ عبدالعلیم میرٹھی صدیقی مہاجر مدنی کے شیخ اجازت حضرت علامہ مولانا الشاہ احمد مختار صدیقی میرٹھی علیہ الرحمہ کا شمار انہیں تاریخ ساز شخصیات میں ہوتا ہے۔ سچ ہے ؂

مدت کے بعد ہوتے ہیں پیدا کچھ ایسے لوگ
مٹتے نہیں ہیں دہر سے جن کے نشاں کبھی

ولادت باسعادت: محلّہ مشائخان میرٹھ میں ۷؍محرم الحرام ۱۲۹۴ھ کو پیدا ہوئے۔ آپ کے والدِ ماجد مولانا الشاہ عبدالحکیم صدیقی نے ''احمد مختار'' اور دادی صاحبہ نے ''امام الدین'' نام تجویز کیا۔ پانچ برس کی عمر میں مکتب میں داخل ہوئے اور قرآن مجید ختم کیا۔ فارسی وعربی کے مبادیات والد ماجد سے پڑھیں اور تکمیل مدرسۂ اسلامی اندر کورٹ میرٹھ میں کی۔ ۱۳۱۰ھ میں سولہ برس کی عمر میں فارغ التحصیل ہوئے۔ ۱۳۲۱ھ مکۂ معظّمہ میں حضرت مولانا شاہ عبدالحق شیخ الدلائل الہ آبادی سے حدیث کی کتابوں کا درس لیا۔ ۱۳۲۲ھ میں ایک سال مدینہ منورہ میں حاضر رہ کر حضرت شیخ رضوان رحمۃ اللہ علیہ سے تحصیلِ علم کر کے سندیں حاصل کیں۔ (۱)

بیعت وخلافت: علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد علومِ باطنی کے حصول کی طرف متوجہ ہوئے اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ کے حلقۂ ارادات میں شامل ہوکر کسبِ باطن کیا۔ تکمیل سلوک کے بعد اجازت وخلافت سے سرفراز ہوئے اور مخصوصین کی صف میں جگہ پائی۔ عاشقِ رسول سیدنا امام احمد رضا قدس سرہ السامی نے اپنے اس چہیتے خلیفہ کا تذکرہ ''الاستمداد'' میں ان الفاظ میں فرمایا ہے۔

مجبور احمد مختار ان کو کرتا ہے مرجاتے یہ ہیں

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے اس شعر سے جہاں مبلغِ اسلام حضرت احمد مختار میرٹھی کا علمی مقام ومرتبہ واضح ہوتا ہے وہیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنے پاس ایسے دلائلِ قاہرہ رکھتے ہیں جو دشمنانِ خدا ورسول پر برقِ خاطف بن کر گرتے ہیں اور شریعت کے موقف کو اتنے محکم انداز میں باطل کے سامنے پیش کرتے ہیں کہ باطل کو سوائے خاموشی کے کوئی چارہ نہیں ہوتا۔

قطب عالم حضرت حاجی سید وارث علی شاہ سرکار دیوہ شریف کی بھی آپ پر خاص نظرِ عنایت تھی۔ سلسلہ عالیہ اشرفیہ اور اس کے اشغال واذکار کی اجازت اعلیٰ حضرت قطب المشائخ مخدوم شاہ علی حسین سرکار کچھوچھہ نے عنایت فرمائی۔ مبلغِ اسلام علامہ شاہ احمد مختار میرٹھی بلند پایہ بزرگ اور ولی کامل تھے۔ میرے اس دعویٰ کی دلیل یہ ہے کہ خورشید احمد سعیدی پاکستان، عالمی مبلغ اسلام علامہ عبدالعلیم میرٹھی علیہ الرحمہ کا تعارف کراتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''جہاں تک آپ کی روحانی تربیت کا تعلق ہے آپ نے اسے اپنے بڑے بھائی حضرت مولانا شاہ احمد مختار صدیقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے حاصل اور مکمل کیا۔ آپ کو تصوف کے کئی سلاسل میں رشد وہدایت کی اجازت حاصل تھی''۔ (۲)

دینی تدریسی اور علمی خدمات: پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی (لاہور)

تحریر فرماتے ہیں:

حج سے واپسی پر میرٹھ کے قومی مدرسے میں مدرس اور اسلامیہ کالج اٹاوہ میں پروفیسر عربی مقرر ہوئے، شاہ جہاں بیگم کے اسلامی مدرسہ بھوپال میں صدر مدرس مقرر ہوئے، شدھی تحریک کے دوران برما گئے وہاں ایک اسلامی دارالعلوم کی بنیاد رکھی، مانڈے میں اعلیٰ تعلیم کا کالج قائم کیا، ڈربن میں عورتوں کی تعلیم کے لیے ایک درس گاہ بنائی، ۱۹۰۸ء افریقہ پہونچے اور ''الاسلام'' جاری کیا۔ (۳)

پاکستانی قلم کار محمد صلاح الدین سعیدی اپنے مقالہ ''امام نورانی اور ان کا خاندان'' میں لکھتے ہیں: علامہ عبدالحکیم جوش میرٹھی کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے کئی فرزند عطا فرمائے اور وہ سب اسلام کے عظیم سپوت ثابت ہوئے۔

سب سے بڑے مولانا احمد مختار صدیقی اپنے خاندانی پس منظر کے علاوہ اس وجہ سے بھی ممتاز مقام رکھتے تھے کہ آپ کو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا سے اجازت وخلافت حاصل تھی۔ ممبئی میں ایک عرصے تک دینی خدمات انجام دینے کے بعد آپ جنوبی افریقہ سے شہر ڈربن تشریف لے گئے اور ڈربن میں مرکزی جامع مسجد کی بنیاد رکھی اور اس مسجد میں مسلسل ۳۵ رسال خطیب رہے۔ آپ ایک عالم باعمل اور صوفی باصفا تھے آپ کی تبلیغی مساعی سے ڈربن میں کئی اسلامی مدارس قائم ہوئے اور مسلمانوں کو تحفظ حاصل ہوا۔ (۴)

آپ اس حقیقت سے بخوبی واقف تھے کہ اشخاص وافراد جب تک زندہ ہیں اشاعتِ دینِ متین کریں گے لیکن اشاعتِ دین وسنیت کو استحکام مساجد ومدارس اور تنظیموں سے ہی مل سکتا ہے کیوں کہ مساجد ومدارس اور تنظیموں کی عمریں دراز ہوتی ہیں اس لیے حضرت علامہ شاہ احمد مختار میرٹھی علیہ الرحمہ نے اسلام کی ترویج واشاعت اور صحیح اسلامی تعلیمات سے لوگوں کو روشناس کرانے کے لیے مساجد ومدارس اور تنظیمیں قائم فرمائیں۔ آپ کی قائم کردہ تنظیموں میں سے ایک تنظیم ''بزم اخوان الصفا'' بھی ہے۔

علامہ سید عظمت علی شاہ ہمدانی اپنے مضمون ''قائد اہل سنت کے عم کبیر اور پیر پیر'' میں لکھتے ہیں: مجھے جنوبی افریقہ جانے کا موقع ملا تو ڈربن میں بارہویں شب ربیع الاول (جو وہاں بڑی رات کے عنوان سے منائی جاتی ہے) بہت بڑی مسجد ''صوفی سبحانی مسجد'' میں عظیم الشان جلسۂ میلاد النبی میں تقریر تھی۔ جلسہ کا اہتمام جس تزک واحتشام اور شان وشوکت سے کیا گیا تھا اور مسجد کو جس عمدگی، نفاست، حسن وخوبی اور خوش اسلوبی سے سجایا گیا تھا اور جو حسین، دلکش، روح پرور اور پرکیف منظر تھا اس کا تعلق تو بس دید سے ہے نہ گفت وشنید میں اسے بیان کیا جاسکتا ہے اور نہ تحریر وتقریر میں۔ ناظم جلسہ نے جلسے کی کاروائی کے دوران وضاحت کی کہ یہ عظیم الشان جلسہ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ''بزم اخوان الصفا'' کے زیر اہتمام منعقد کیا گیا ہے اور بزمِ اخوان الصفا مسلم اتحاد اور اخوت بھائی چارہ کے فروغ کے لیے ۱۹۳۴ء میں الحاج مولانا شاہ احمد مختار صدیقی القادری نے قائم کی تھی۔ (۵)

صحافتی بصیرت: خلفائے اعلیٰ حضرت میں سے ہر ایک نے اسلام وسنیت کی عظیم خدمات انجام دیں آپ کے خلفا نے علم وفن کے ہر میدان میں اپنا پرچم بلند کیا۔ آپ کا ہر خلیفہ اپنی جگہ میر مجلس اور قافلہ سالار رہا اور ہر ایک کی تاریخ حیات زریں اور روشن خدمات سے تابناک ہے۔ مبلغ اسلام حضرت علامہ احمد مختار صدیقی میرٹھی قلم کی عظمت وقوت سے واقف تھے اس لیے آپ نے ۱۹۰۸ء میں افریقہ سے گجراتی خواں طبقے میں دعوتِ دین کی غرض سے ''الاسلام'' نامی اخبار جاری کیا جو بڑی کامیابی کے ساتھ ایک عرصے تک شائع ہوتا رہا جس میں مسلمانوں کی دینی تربیت کے ساتھ ساتھ مسلم مسائل، عالمی حالات اور دعوتی فکر پر ریویو ہوتے تھے۔ اس اخبار نے براعظم افریقہ میں مسلمانوں کی دینی ذہن سازی میں اہم کردار ادا کیا۔

مولانا عبدالسلام رضوی (امام احمد رضا اکیڈمی بریلی شریف) آپ کی دینی وملی خدمات پر خامہ فرسائی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

حضرت مولانا احمد مختار صاحب میرٹھی ولادت (۱۲۹۴ھ وفات ۱۳۵۷ھ) نے مدت العمر تبلیغ وارشاد میں گزاری۔ برصغیر ہند کے علاوہ افریقہ، جزائر، انڈونیشیا میں تبلیغی مراکز قائم کیے اور ہزاروں غیر مسلموں کو داخلِ اسلام کیا۔ برما کا سفر کیا تو وہاں ایک اسکول قائم کیا۔ مانڈے میں اعلیٰ تعلیم کے لیے ایک درسگاہ کی بنیاد ڈالی۔ ڈربن میں عورتوں کو تعلیم کی جانب متوجہ کیا۔ قومی اور ملکی معاملات میں آپ کو خصوصی دلچسپی تھی۔ حجازِ مقدس میں سعودی خاندان نے برسر اقتدار آنے کے بعد مدینہ منورہ میں جنت البقیع اور جنت المعلیٰ میں

توڑ پھوڑ کا سلسلہ شروع کیا تو عالم اسلام میں نجدیوں کے اس اقدام سے ہلچل مچ گئی۔۱۹۲۴ء میں مسلمانانِ بمبئی نے سلطان سعود اول کو اس جرأت سے باز رکھنے کے لیے آپ کی قیادت میں ایک وفد بھیجا۔ حضرت سید حبیب صاحب ایڈیٹر سیاست لاہور اور مولانا فضل اللہ مالک علمیہ بک ڈپو آپ کے رفقائے وفد تھے۔(۶)

سید صابر حسین شاہ بخاری اپنے مقالہ:تحریک پاکستان میں خلفائے اعلیٰ حضرت کا کردار'' میں رقم طراز ہیں:مولانا شاہ احمد مختار صدیقی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ کی ملی خدمات تاریخ کا ایک حصہ ہیں۔ آپ نے نہ صرف آل انڈیا سنی کانفرنس کے تاسیسی اجلاس میں نمایاں طور پر شرکت فرمائی بلکہ کانفرنس میں جومختلف تجاویز منظور ہوئیں جن کا تعلق عہدے داروں،مرکزی کمیٹی اور نظام عمل وغیرہ سے تھا ان قرار دادوں کے پیش کرنے کی سعادت بھی آپ کے حصے میں آئی۔(۷)

نعت گوئی: رسولِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح سرائی عظیم نعمت ہے۔نعت گوئی نہایت نازک صنف ہے اس خاردار وادی سے کامیاب نکل جانا بڑی سعادت کی بات ہے۔حضرت علامہ احمد مختار میرٹھی کامیاب نعت گوشاعر تھے آپ کو نعت گوئی ورثے میں ملی تھی۔آپ کے والد ماجد حضرت علامہ عبدالحکیم جوش میرٹھی بلند پایہ شاعر تھے۔

محمد صلاح الدین سعیدی اپنے تحقیقی مقالہ''امام نورانی اور ان کا خاندان'' میں لکھتے ہیں:

انیسویں صدی ہجری میں صوفی حمید الدین صدیقی خجندی کی نسل میں سے میرٹھ میں دو بھائیوں ''علامہ عبدالحکیم جوش میرٹھی اور مولوی اسماعیل میرٹھی'' نے بڑی شہرت پائی۔علامہ عبدالحکیم جوش میرٹھی نے تو شعر وشاعری کے ساتھ اپنے آبا واجداد کی طرح رشد وہدایت کی مسند کو بھی رونق بخشی لیکن مولوی اسماعیل میرٹھی نے فقط اردو شعر وادب کی خدمت کو اوڑھنا بچھونا بنالیا۔دونوں بھائی اپنے اپنے شعبے میں استاد مانے جاتے تھے۔(۸)

راقم السطور کی نگاہوں سے حضرت احمد مختار میرٹھی کا مجموعۂ کلام یا دیوان تو نہیں گزرا ہاں مختلف کتابوں میں آپ کے چند اشعار نظر سے گزرے۔ذیل میں وہ اشعار پیش کیے جاتے ہیں جن سے حضرت موصوف کی نعت گوئی پر درک وکمال جانا جاسکتا ہے۔

اپنے آقا دوعالم کے داتا مکین گنبد خضریٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح سرائی کرتے ہوئے یوں نغمہ سنج ہیں۔

اللہ اللہ وہ جمالِ شہ بطحا دیکھو
نورِحق جلوہ نما ہے رُخِ زیبا دیکھو
اسمِ اللہ کا مظہر ہے جمالِ احمد
قابلِ دید ہوں آنکھیں تو یہ جلوہ دیکھو
جن کو فردوسِ بریں کی ہو تمنا مختار
ان سے کہہ دو کہ چلو پہلے مدینہ دیکھو

اپنے رب کے حضور مناجات کرتے ہوئے عرض کرتے ہیں۔

مجھے اس کا جلوہ دکھا دے خدایا
جسے تو نے آئینہ اپنا بنایا
خدا نور ہے آسمان و زمیں کا
محمد ہے اس نور کا پہلا سایہ
الٰہی بحق شفیع قیامت
میرے سر پہ ہو ابرِ رحمت کا سایہ
یہ مختار عاصی بھی پہونچے مدینہ
کوئی راہ ایسی بتادے خدایا (۹)

افسوس! تلاش بسیار کے باوجود آپ کی حیات وخدمات پر تفصیلی مواد حاصل نہ کرسکا۔جو کچھ دستیاب ہوا قارئین کے حضور حاضر کردیا۔ ہاں رضویات پر کام کرنے والے علما،اصحاب قلم اور ریسرچ اسکالرز سے التماس کرتا ہوں کہ علامہ احمد مختار صدیقی میرٹھی کی حیات وخدمات کے بکھرے ہوئے گوشوں کو تلاش کریں اور منظر عام پر لانے کی کوشش کریں اس لیے کہ حضرت علامہ میرٹھی علیہ الرحمہ کا شمار مجدد اعظم سیدنا امام احمد رضا فاضل بریلوی کے اجل خلفا میں ہوتا ہے۔

ماخذ ومراجع

(۱) تذکرۂ علمائے اہل سنت،ص۳۲
(۲) تبلیغ اسلام کے اصول وفلسفہ،ص۶
(۳) الاستمداد: حاشیہ علامہ اقبال احمد فاروقی،ص۹۴۔۹۵
(۴) قائد اہل سنت علامہ شاہ احمد نورانی،ص۱۴۵
(۵) ماہنامہ کاروان قمر،کراچی،مارچ ۲۰۰۴ء،شمارہ نمبر۷،ص۵۵
(۶) مقالہ:عہد رضا میں وابستگان رضا کی صحافتی خدمات۔یادگار رضا ممبئی ۲۰۰۹ء
(۷) انوار رضا جوہر آباد کا خصوصی شمارہ تاجدار بریلی نمبر،ص۳۰۶
(۸) قائد اہل سنت علامہ شاہ احمد نورانی،ص۴۰۹
(۹) عظیم مبلغ اسلام،ص۵۶،۵۷

(......)

ملفوظاتِ رضا اور اصلاحِ معاشرہ

از: کلیم احمد قادری

مجدد اسلام امام احمد رضا قدس سرہ (متوفی ۱۳۴۰ھ ۱۹۲۱ء) ایک ایسے عالم ربانی تھے جو بیک وقت ایک جلیل القدر محدث ومفسر، بے مثال فقیہ محتاط عالم دین، عظیم مصلح وداعی، بلند پایہ ادیب ومصنف تھے اور سب سے بڑھ کر یہ ایک ایسے عاشق رسول تھے کہ آپ کی نشست وبرخاست، خلوت وجلوت بلکہ ہر ہر بات اور ہر ہر ادا سنت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آئینہ دار تھی آپ اسلاف کی تصویر تھے۔ آپ کی مجالس ومحافل میں شریعت وطریقت، عقائد وکلام، سیرت وتواریخ، احقاق حق وابطال باطل، رد بدعات ومنکرات واصلاح معاشرہ سے متعلق علوم ومعارف کے دریا بہائے جاتے تھے۔ آپ نے بلاخوف لومۃ لائم حق کا اظہار کیا اور باطل کی تردید کی۔

ضروری تھا کہ ایسے مومن کامل، عارف باللہ کے ملفوظات کو جمع کیا جاتا چنانچہ یہ عظیم سعادت وقت کے جلیل القدر فقیہ حضور مفتی اعظم ہند علامہ شاہ محمد مصطفیٰ رضا نوری علیہ الرحمہ کے حصے میں آئی آپ کے ذہن میں ملفوظات رضا کو جمع کرنے کا خیال کیوں آیا ''الملفوظ'' کے ایک مقدمے میں اس بابت تحریر فرماتے ہیں:

''یہاں جو دیکھا کہ شریعت وطریقت کے باریک مسائل جن میں مدتوں غور وخوض کامل کے بعد بھی ہماری کیا بساط، بڑے بڑے سرٹیک کر رہ جائیں، فکر کرتے کرتے تھکیں اور ہرگز نہ سمجھیں اور صاف انـــــا لاادری کا دم بھریں، وہ یہاں ایک فقرے میں ایسے صاف فرما دیے جائیں کہ ہر شخص سمجھ لے گویا اشکال ہی نہ تھا اور وہ دقائق ونکات مذہب وملت جو ایک چیستاں اور ایک معمہ ہوں جن کا حل دشوار سے زیادہ دشوار ہو یہاں منٹوں میں حل فرما دیے جائیں تو خیال ہوا کہ یہ جواہر غالیہ وزواہر عالیہ یوں ہی بکھرے رہے تو اس قدر مفید نہیں جتنا انہیں سلک تحریر میں نظم کر لینے کے بعد ہم فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ پھر یہ کہ خود ہی متمتع ہونا یا زیادہ سے زیادہ ان کا نفع حاضر باشان دربار عالی ہی کو پہنچنا، باقی اور مسلمانوں کو محروم رکھنا ٹھیک نہیں، ان کا نفع جس قدر عام ہوا تنا ہی بھلا لہٰذا جس طرح ہو یہ تفریق جمع ہو''(۱)

مرتب ملفوظ شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم قدس سرہ نے امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی مجالس ومحافل کے علوم ومعارف اور فیوض وبرکات کا جو نقشہ کھینچا ہے وہ آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہے۔ ملت اسلامیہ پر آپ کا یہ احسان عظیم ہے کہ آپ نے امامِ اہلِ سنت کی علمی مجالس کے خزائن وذخائر کو قلم بند فرما کر ''الملفوظ'' کے نام سے چار جلدوں میں مرتب فرما کر شائع فرمایا۔

ذیل میں ہم ایسے اقتباسات کو پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں جو معاشرتی اصلاح سے تعلق رکھتے ہیں اور جن پر عمل سے ایمان وکردار میں نکھار پیدا ہوگا۔ مولیٰ تعالیٰ ہمیں ان پر رغبت کے ساتھ عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے

شریعت مصطفیٰ پر عمل

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ناسخ جمیع ادیان سابقہ ہیں بہت سے احکام شریعت موسوی اور شریعت عیسوی ہماری شریعت میں منسوخ ہوئے تو اگر ان احکام کو چھوڑ کر ان کی پیروی کی جائے یقیناً گمراہی ہے۔ عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور چند یہود مشرف بہ اسلام ہوئے اور نماز میں توریت شریف بھی پڑھنے کی اجازت چاہی آیہ کریمہ نازل ہوئی۔ **یاایھا الذین آمنوا ادخلوا فی السلم کافۃ ولا تتبعوا خطوات الشیطان انہ لکم عدو مبین** (البقرہ:۲۰۸) اے مسلمانو! اگر مسلمان ہوتے ہو تو پورے مسلمان ہو جاؤ شیطان کے فریب میں نہ پڑو، بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے

وسیلہ

جو چاہے کہ بغیر وسیلے اس ماہتاب ورسالت کے کچھ حاصل کر لوں وہ خدا کے گھر میں نقب لگانا چاہتا ہے، بغیر اس توسل کے کوئی

نعمت کوئی دولت کسی کو کبھی نہیں مل سکتی ۔کون ہے جس سے تمام عالم منورو موجود ہے وہ نہ ہو تو تمام عالم میں تاریکی عدم چھا جائے وہ قمر برج رسالت سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں ۔علمائے کرام فرماتے ہیں:**هو صلى الله تعالىٰ عليه وسلم خزانة السر وموضع نفوذ الامر جعل خزائن كرمه وموائد نعمه طوع يديه يعطي من يشاء ويمنع من يشاء لاينفذ امر الا منه ولاينقل خيراً الاعنه**" حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خزانہ سر الٰہی اور جائے نفاذ حکم خدا ہیں رب العزت جل جلالہ نے اپنے کرم کے خزانے اپنی نعمتوں کے خوان حضور کے قبضے میں کر دیے جس کو چاہے دیں اور جس کو چاہیں نہ دیں کوئی حکم نافذ نہیں ہوتا مگر حضور کے دربار سے کوئی نعمت کوئی دولت کسی کو کبھی نہیں مل سکتی مگر حضور کی سرکار سے (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) یہی معنی ہیں "**انما انا قاسم واللہ یعطی**" جز ایں نیست کہ میں ہی بانٹنے والا ہوں اور اللہ دیتا ہے۔

اللہ میاں کہنا کیسا

عرض: حضور اللہ میاں کہنا جائز ہے یا نہیں؟

ارشاد: زبان اردو میں لفظ میاں کے تین معنی ہیں ان میں سے دو ایسے ہیں جن سے شان الوہیت پاک و منزہ ہے اور ایک کا صدق ہو سکتا ہے تو جب لفظ دو خبیث معنوں میں ایک لفظ اچھے معنیٰ میں مشترک ٹھہرا اور شرع میں وارد نہیں تو ذات باری پر اس کا اطلاق ممنوع ہوگا۔

نعت کہنے کے آداب

حقیقتاً نعت شریف لکھنا نہایت مشکل ہے جس کو لوگ آسان سمجھتے ہیں اس میں تلوار کی دھار پر چلنا ہے اگر بڑھتا ہے تو الوہیت میں پہنچ جاتا ہے اور کمی کرتا ہے تو تنقیص ہوتی ہے البتہ حمد آسان ہے کہ اس میں راستہ صاف ہے جتنا چاہے بڑھ سکتا ہے ۔غرض حمد میں ایک جانب اصلاً حد نہیں اور نعت شریف میں دونوں جانب سخت حد بندی ہے۔

قرآن عظیم کا ادب

عرض: حضور اگر قرآن کریم صندوق میں بند ہو اور ریل کا سفر یا کسی دوسری سواری میں سفر کر رہا ہے اور تنگی جگہ کے باعث مجبور ہے تو ایسی صورت میں صندوق کے نیچے رکھ سکتا ہے یا نہیں؟

ارشاد: ہرگز نہ رکھے انسان خود مجبوریاں پیدا کر لیتا ہے ورنہ کچھ دشوار نہیں جس کے دل میں قرآن عظیم کی عظمت ہے وہ ہر طرح سے اس کی تعظیم کا خیال رکھے گا۔

آیات اور سورتوں کا معکوس پڑھنا

حرام اور اشد حرام، کبیرہ اور سخت کبیرہ قریب کفر ہے یہ تو درکنار، سورتوں کی صرف ترتیب بدل کر پڑھنا، اس کی نسبت تو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: کیا ایسا کرنے والا ڈرتا نہیں کہ اللہ اس کے قلب کو الٹ دے نہ کہ آیات کو بالکل معکوس کر کے مہمل بنا دینا۔

زمینِ مسجد کی بیع

حرام ہے، اگرچہ زمین کے برابر سونا دے مسجد کے لیے جو لوگ ایسا کریں ان کی نسبت قرآن عظیم فرماتا ہے "**لهم في الدنيا خزي و لهم في الآخرة عذاب عظيم**" دنیا میں ان کے لیے رسوائی ہے اور آخرت میں بڑا عذاب۔

مسجد میں مٹی کا تیل جلانا

اول تو مسجد میں کسی بدبودار تیل کے جلانے کی اجازت نہیں نہ کہ مٹی کا تیل ہاں اگر اس کی بدبو کسی مصالحہ سے دور کر دی جائے تو جرم نہیں اور جب تک ثابت و قابل استعمال ہے۔

نمازوں کی قضا

قضا نمازیں جلد سے جلد ادا کرنا لازم ہے نہ معلوم کس وقت موت آجائے ۔کیا مشکل ہے ایک دن کی بیس رکعت ہوتی ہے (یعنی فجر کے فرضوں کی دو رکعت اور ظہر کی چار، عصر کی چار، مغرب کی تین، عشا کی سات رکعت یعنی چار فرض تین وتر) ان نمازوں کو سوائے طلوع و غروب و زوال کے (کہ اس وقت سجدہ حرام ہے) ہر وقت ادا کر سکتا ہے اور اختیار ہے کہ پہلے فجر کی سب نمازیں ادا کر لے پھر ظہر، پھر عصر، پھر مغرب پھر عشا کی یا سب نمازیں ایک ساتھ ادا کرتا جائے اور ان کا ایسا حساب لگائے کہ تخمینہ میں باقی نہ رہ جائیں، زیادہ ہو جائیں تو حرج نہیں اور وہ سب بقدر طاقت رفتہ رفتہ جلد ادا کرے کاہلی نہ کرے۔ جب تک فرض ذمے پر باقی رہتا ہے کوئی نفل قبول نہیں کیا جاتا۔

اذان کہنے کے بعد مسجد سے باہر جانا

اگر کوئی ضرورت درپیش ہو اور جماعت میں دیر ہو تو حرج نہیں ورنہ بلاضرورت اجازت نہیں اور موذن ہی نہیں ہر اس شخص کے لیے یہی حکم ہے جس نے ابھی اس وقت کی نماز نہ پڑھی جس کی یہ اذان ہوئی اور اذان ہونے ہی کی خصوصیت نہیں بلکہ مراد دخولِ وقت ہے۔ جو مسجد میں ہو اور کسی نماز کا وقت شروع ہو جائے اور یہ دوسری مسجد کا مقیم جماعت نہ ہو، اسے نماز پڑھے بغیر مسجد سے باہر جانا جائز نہیں مگر یہ کہ کسی حاجت سے نکلے اور قبلِ جماعت واپسی کا ارادہ رکھے ورنہ حدیث میں فرمایا وہ منافق ہے۔

اردو میں خطبہ پڑھنا

صحابہ کرام کے زمانے میں عجم کے کتنے ہی شہر فتح ہوئے، کئی ہزار منبر نصب ہوئے، کئی ہزار مسجدیں بنائی گئیں کہیں منقول نہیں کہ صحابہ نے ان کی زبان میں خطبہ فرمایا ہو اس واسطے کہ وہ جانتے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واقف ہیں تمام ماکان و مایکون سے، تمام وقائعِ گزشتہ وآئندہ کی آپ کو خبر ہے۔ حضور کو یہ معلوم تھا کہ ہندی، حبشی، رومی، عجمی ہر زبان والے مسلمان ہوں گے عربی نہ سمجھیں گے اور آئندہ کبھی اجازت نہ دی کہ ان کی زبان میں خطبہ پڑھا جائے۔ خود دربارِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں رومی، حبشی، عجمی ابھی تازہ حاضر آئے ہیں عربی ایک حرف نہیں سمجھتے مگر کہیں ثابت نہیں کہ حضور نے ان کی زبان میں خطبہ فرمایا ہو کچھ خطبہ عربی میں اور کچھ ان کی زبان میں فرمایا ہو، ایک حرف بھی ان کی زبان کا خطبے میں منقول نہیں۔

مسلمان کو کافر کہنا

عرض: کسی مسلمان کو کافر کہہ دیا، کیا حکم ہے؟
ارشاد: بہ طور سب وشتم کہا تو کافر نہ ہوا، گنہگار ہوا اور اگر کافر جان کر کہا تو کافر ہو گیا۔

بزرگانِ دین کی تصاویر

عرض: بزرگانِ دین کی تصاویر بہ طور تبرک لینا کیسا ہے؟
ارشاد: کعبہ معظّمہ میں حضرت ابراہیم وحضرت اسماعیل وحضرت مریم کی تصاویر بنی تھیں کہ یہ متبرک ہیں مگر ناجائز فعل تھا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود دستِ مبارک سے انہیں دھو دیا۔

قبرستان میں جوتا پہن جانا

حدیث میں فرمایا: تلوار کی دھار پر پاؤں رکھنا مجھے اس سے آسان ہے کہ مسلمان کی قبر پر پاؤں رکھوں۔ دوسری حدیث میں فرمایا: اگر میں انگارے پر پاؤں رکھوں یہاں تک کہ وہ جوتے کا تلا توڑ کر میرے تلوار تک پہنچ جائے تو یہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ کسی مسلمان کی قبر پر پاؤں رکھوں۔ یہ وہ فرمارہے ہیں کہ واللہ اگر مسلمان کے سر اور سینے پر قدم اقدس رکھ دیں تو اسے دونوں جہان کا چین بخش دیں۔ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

قبرستان میں مٹھائی لے جانا

ساتھ لے جانا روٹی کا جس طرح علمائے کرام نے منع فرمایا ہے ویسے ہی مٹھائی ہے اور چیونٹیوں کو اس نیت سے ڈالنا کہ میت کو تکلیف نہ پہنچائیں یہ محض جہالت ہے اور یہ نیت بھی نہ ہو تو بھی بجائے اس کے مساکین صالحین پر تقسیم کرنا بہتر ہے۔ (پھر فرمایا) مکان پر جس قدر چاہیں خیرات کریں۔ قبرستان میں اکثر دیکھا گیا ہے کہ اناج تقسیم ہوتے وقت بچے اور عورتیں وغیرہ غل مچاتے اور مسلمانوں کی قبروں پر دوڑے پھرتے ہیں۔

عورتوں کا مسجد میں جانا

ضعیفہ ہوں یا قویہ عورتوں کو مسجد میں جانا ہی منع ہے۔ حدیث میں ارشاد فرمایا: عورت کی نماز اپنے تہ خانہ میں بہتر ہے کوٹھری میں پڑھنے سے اور اس میں کوٹھری میں نماز بہتر ہے دالان میں نماز پڑھنے سے اور اس کی نماز دالان میں بہتر ہے صحن میں نماز پڑھنے سے اور اس کی اپنے صحن میں نماز بہتر ہے میری مسجد میں نماز پڑھنے سے (پھر فرمایا) مسجد اور جماعت کی حاضری عورتوں کو معاف ہے بلکہ ممنوع ہے۔

تعزیہ داری

عرض: تعزیہ داری میں لہو ولعب سمجھ کر جائے تو کیسا ہے؟
ارشاد: نہیں چاہیے، ناجائز کام میں جس طرح جان ومال سے مدد کرے گا یو ہیں سواد بڑھا کر بھی مددگار ہوگا۔ ناجائز بات کا تماشا دیکھنا بھی ناجائز ہے، بندر نچانا حرام ہے اس کا تماشا دیکھنا بھی حرام ہے۔ درمختار وحاشیہ علامہ طحطاوی میں ان مسائل کی تصریح ہے۔ آج کل لوگ ان سے غافل ہیں متقی لوگ جن کو شریعت کی احتیاط ہے ناواقفی سے

ریچھ یا بندر کا تماشا یا مرغوں کی پالی دیکھتے ہیں اور نہیں جانتے کہ اس سے گنہ گار رہوتے ہیں۔ حدیث میں ارشاد ہے کہ اگر کوئی مجمع خیر کا ہو اور وہ نہ جانے پایا اور خبر ملنے پر اس نے افسوس کیا تو اتنا ہی ثواب ملے گا جتنا حاضرین کو اور اگر مجمع شر کا ہوا اس نے اپنے نہ جانے پر افسوس کیا تو جو گناہ ان حاضرین پر ہوگا وہ اس پر بھی ہوگا۔

بے علم صوفی

صوفی بے علم مسخرۂ شیطان ہے وہ جانتا ہی نہیں شیطان اپنی باگ ڈور پر لگا لیتا ہے۔ حدیث میں ارشاد ہوا **المتعبد بغیر فقه کالحمار فی الطاحون** بغیر فقہ کے عابد بننے والا۔ عابد نہ فرمایا بلکہ عابد بننے والا فرمایا یعنی بغیر فقہ کے عبادت ہو ہی نہیں سکتی۔ عابد بنتا ہے وہ ایسا ہے جیسے چکی میں گدھا کہ محنت شاقہ کرے اور حاصل کچھ نہیں۔

کفار کے میلوں میں جانا

عرض: ہندوؤں کے رام لیلا وغیرہ دیکھنے جانا کیسا ہے؟

ارشاد: **یاایھا الذین آمنوا ادخلوا فی السلم کافة ولاتتبعوا خطوات الشیطان انه لکم عدو مبین** (البقرہ:۲۰۸) مسلمان ہوئے ہو تو پورے مسلمان ہو جاؤ شیطان کی پیروی نہ کرو وہ تمہارا ظاہر دشمن ہے۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ نے استدعا کی کہ اگر اجازت ہو تو نماز میں کچھ آیتیں توریت شریف کی ہم بھی پڑھ لیا کریں۔ اس پر آیۂ کریمہ ارشاد فرمائی۔ توریت شریف پڑھنے کے واسطے تو یہ حکم ہوا رام لیلا کے واسطے کیا کچھ حکم نہ ہوگا۔

کفار کے جنازے میں شرکت

اگر اس اعتقاد سے جائے گا کہ اس کا جنازہ شرکت کے لائق ہے تو کافر ہو جائے گا اور اگر یہ نہیں تو حرام ہے۔ حدیث میں فرمایا گیا: اگر کافر کا جنازہ آتا ہو تو ہٹ کر چلنا چاہیے کہ شیطان آگے آگے آگ کا شعلہ ہاتھ میں لیے اچھلتا کودتا، خوش ہوتا ہوا چلتا ہے کہ میری محنت ایک آدمی پر وصول ہوئی۔

بدمذہبوں سے میل جول

حرام ہے اور بدمذہب ہو جانے کا اندیشۂ کامل ہو تو دین کے لیے زہر قاتل۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں **ایاکم وایاھم لایضلونکم ولایفتنونکم** انہیں اپنے سے دور کرو اور ان سے دور بھاگو وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں کہیں وہ تمہیں فتنے میں نہ ڈالیں۔

نرمی و سختی

دیکھو نرمی کے جو فوائد ہیں وہ سختی میں ہرگز حاصل نہیں ہو سکتے اگر اس شخص سے سختی برتی جاتی تو یہ بات نہ ہوتی۔ جن لوگوں کے عقائد مذبذب ہوں ان سے نرمی برتی جائے کہ وہ ٹھیک ہو جائیں۔ یہ جو وہابیہ میں بڑے بڑے ہیں ان سے بھی ابتداً بہت نرمی کی گئی مگر چوں کہ ان کے دلوں میں وہابیت راسخ ہو گئی تھی اور مصداق **ثم لایعودون** حق نہ مانا، اس وقت سختی کی گئی کہ رب عزوجل ارشاد فرماتا ہے **یاایھا النبی جاھد الکفار والمنافقین واغلظ علیھم** (التحریم:۹) اے نبی جہاد فرماؤ کافروں اور منافقوں پر اور ان پر سختی کرو اور مسلمانوں کو ارشاد فرماتا ہے: **ولیجدوا فیکم غلظة** لازم ہے کہ وہ تم میں درشتی پائیں۔

سیاہ خضاب کرنا

خضاب سیاہ یا اس کی مثل حرام ہے۔ صحیح مسلم شریف کی حدیث میں ہے **غیروا ھذا الشیب ولاتقربوا السواد** اس سپیدی کو بدل دو اور سیاہی کے پاس نہ جاؤ۔ سنن نسائی شریف کی حدیث میں ہے **یاتی ناس یخضبون بالسواد کحواصل الحمام لایریحون رائحة الجنة** کچھ آئیں گے کہ سیاہ خضاب کریں گے جیسے جنگلی کبوتروں کے نیل گوں پوٹے وہ جنت کی بو نہ سونگھیں گے۔ تیسری حدیث میں ہے: **من اختضب بالسواد سود الله وجھه یوم القیامة** جو سیاہ خضاب کرے اللہ تعالیٰ روز قیامت اس کا منہ کالا کرے گا۔

عورتوں سے مشابہت

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بہ کثرت احادیث صحیحہ میں ان مردوں پر لعنت فرمائی ہے جو عورتوں سے مشابہت پیدا کریں اور ان عورتوں پر جو مردوں سے اور تشبہ کے لیے ہر بات میں پوری وضع بنانا ضروری نہیں، ایک ہی بات میں مشابہت ہو جاتی ہے۔

داڑھی منڈوانا

کتروانا یا منڈوانا ایک دفعہ کا صغیرہ گناہ ہے اور عادت سے کبیرہ، جس سے فاسق معلن ہو جائے گا۔ اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب اگر اعادہ نہ کیا گنہگار ہوگا۔

اعراس میں تعیین تاریخ

عرض: حضور بزرگان دین کے اعراس کی تعیین میں بھی کوئی مصلحت ہے؟

ارشاد: ہاں اولیائے کرام کی ارواح طیبہ کوان کے وصال شریف کے دن قبور کریمہ کی طرف توجہ زیادہ ہوتی ہے چنانچہ وہ وقت خاص وصال کا ہے اخذ برکات کے لیے زیادہ مناسب ہوتا ہے۔

محرم وصفر میں نکاح

عرض: کیا محرم وصفر میں نکاح کرنا کیسا ہے؟

ارشاد: نکاح کسی مہینے میں منع نہیں یہ غلط مشہور ہے۔

نکاح کا سہرا و باجے گاجے

عرض: حضور نوشہ کا وقتِ نکاح سہرا باندھنا، نیز باجے گاجے سے جلوس کے ساتھ نکاح کو جانا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے؟

ارشاد: خالی پھولوں کا سہرا جائز ہے اور یہ باجے جو شادی میں رائج و مقبول ہیں سب ناجائز وحرام ہیں۔

ولیمہ کھانا

ولیمہ بعد زفاف سنت ہے اور اس میں صیغہ امر بھی وارد ہے۔ عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد فرمایا **اولم ولو بشاة** ولیمہ اگرچہ ایک ہی دنبہ یا اگر ایک دنبہ دونوں معنی محتمل ہیں اور اول اظہر۔

کھانا کھانے کا مسنون طریقہ

داہنا پاؤں کھڑا ہوا اور بایاں بچھا اور روٹی بائیں ہاتھ میں لے کر داہنے ہاتھ سے توڑنا چاہیے۔ ایک ہاتھ سے توڑ کر کھانا اور دوسرا ہاتھ نہ لگانا عادتِ متکبرین ہے۔

دسترخوان پر اشعار

عرض: دسترخوان پر اگر اشعار وغیرہ ہوں تو اس پر کھانا جائز ہے؟

ارشاد: ناجائز ہے

انگوٹھی کا شرعی حکم

مرد کو سونا پہننا حرام ہے صرف ایک نگ کی چاندی کی انگوٹھی ساڑھے چار ماشے سے کم، اس کی اجازت ہے۔ جو سونے یا تانبے یا لوہے یا پیتل کی انگوٹھی یا چاندی کی ساڑھے چار ماشے سے زیادہ وزن کی یا کئی انگوٹھیاں اگرچہ سب مل کر ساڑھے چار ماشے سے کم ہوں پہنے اس کی نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔

رشوت

انسانی خواہش وہاں تک معتبر ہے جہاں تک نہی شرع نہ ہو۔ رشوت شرع نے حرام فرمائی ہے وہ کسی کی خوشی سے حلال نہیں ہوسکتی۔ صحیح حدیث میں فرمایا **الراشی والمرتشی کلاھما فی النار** رشوت دینے والا اور لینے والا دونوں جہنمی ہیں۔

زندگی میں ایصال ثواب

سوال کیا گیا کہ زید اپنی زندگی میں ایصال ثواب کرسکتا ہے یا نہیں تو ارشاد فرمایا: ہاں کرسکتا ہے محتاجوں کو چھپا کر دے۔ یہ جو عام رواج ہے کہ کھانا پکایا جاتا ہے اور تمام اغنیا برادری کی دعوت ہوتی ہے، ایسا نہ کرنا چاہیے (پھر فرمایا) چھپا کر دینا محتاجوں کو اعلیٰ و افضل ہے۔ حدیث میں ارشاد فرمایا **صدقة السر تدفع میتة السوء وتطفی غضب الرب** چھپا کر صدقہ دینا بری موت سے بچاتا ہے اور رب العزت جل جلالہ کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہے۔ (پھر فرمایا) زندگی میں اپنے واسطے صدقہ کرنا بعد موت کے صدقے سے افضل ہے۔

امام احمد رضا قدس سرہ نے بدعات ومنکرات اور معاشرتی برائیوں کی تردید میں مستقل رسالے لکھے۔ میت کے گھر جمع ہوکر کھانے پینے کے رد میں **جلی الصوت لنھی الدعوۃ امام الموت** کے نام سے رسالہ لکھا اسی طرح عورتوں کی مزارات پر حاضری کی ممانعت میں **جمل النور فی نھی النساء عن زیارۃ القبور** قوالی مع مزامیر کے رد میں **اجل التحبیر فی حکم السماع والمزامیر** جیسی تصانیف لکھیں۔ راقم نے صرف **الملفوظ** سے اصلاح معاشرہ اور رد بدعات وخرافات کے حوالے سے عطر کشید کرنے کی کوشش کی ہے۔ اسی سلسلے میں مزید معلومات کے لیے علامہ یٰسین اختر مصباحی کی تصنیف ''امام احمد رضا رد بدعات ومنکرات'' علامہ محمد عبدالمبین نعمانی کی کتاب ''ارشادات اعلیٰ حضرت'' اور سید فاروق القادری کی کتاب ''فاضل بریلوی اور امور بدعت'' ملاحظہ فرمائیں۔

«.....»

دینی کام کرنے والوں کو حریف نہیں، حلیف سمجھیں

پیش کش: صادق رضا مصباحی

دین کا کام کرنے والوں کی قدر کریں

دینی انحطاط کے اس دور کا ایک بہت بڑا المیہ یہ ہے کہ مختلف شعبہ ہائے دین میں خدمات انجام دینے والے بعض حضرات صرف اپنے ہی شعبہ کو عین دین سمجھ کر دوسرے شعبوں کو بہ نظر استخفاف دیکھتے ہیں اور گویا **کل حزب بما لدیهم فرحون** کے مصداق ہیں حالانکہ دین کا ہر شعبہ اپنی جگہ اہم ہے۔ مکاتب قرآن بھی دین کا شعبہ ہیں مدارس علمیہ بھی دین کے شعبے ہیں دعوت وتبلیغ بھی دین کا شعبہ ہے خانقاہیں بھی دین کا شعبہ ہیں جہاں اصلاح وتزکیہ نفوس کا کام ہوتا ہے جس پر قبول اعمال کا مدار ہے۔ اس لیے دین کے جس شعبے میں جہاں بھی کام ہورہا ہو اس کو اپنا ہی کام سمجھنا چاہیے اور اس کی اعانت کرنا اپنا دینی فریضہ سمجھنا چاہیے۔ دین کے مختلف شعبوں میں کام کرنے والے ایک دوسرے کو اپنا رفیق سمجھیں فریق نہ سمجھیں جس طرح مثلاً ریلوے کے محکمہ میں اسٹیشن ماسٹر ہوتا ہے کوئی ٹکٹ چیکر ہوتا ہے کوئی گارڈ ہوتا ہے کوئی قلی ہوتا ہے وہاں ایک دوسرے کو اپنا معاون سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا ڈیپارٹمنٹل آدمی ہے۔ دنیائے حقیر کے معاملے میں تو آپس میں اتنا تعاون اور اتحاد ہو اور دین کے معاملہ میں ایک دوسرے سے تعاون نہ ہو یہ انتہائی افسوسناک بات ہے۔

یہ صورتحال ایسے دینی کاموں میں زیادہ ہے جہاں عوام کی اکثریت ہے اور علما کم ہیں چنانچہ ایک شخص نے ایک بڑے عالم سے کہا کہ تبلیغ میں نبیوں والا کام ہوتا ہے اور مدرسوں اور خانقاہوں میں ولیوں والا کام ہوتا ہے تو انہوں نے کہا کہ تم غلط کہتے ہو کیونکہ عالم نہیں ہو۔ مکاتب قرآن مدارس علمیہ اور تزکیہ نفس کی خانقاہیں سب نبیوں والا کام ہے جو قرآن پاک سے ثابت ہے۔ تعمیر کعبہ کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام دعا مانگ رہے ہیں کہ اے اللہ! ہماری اولاد میں ایک پیغمبر پیدا فرما یعنی سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرما جس کی بعثت کا مقصد کیا ہوگا **یتلوا علیهم ایاتک ویعلمهم الکتاب والحکمة** جو تیرے کلام کی آیات پڑھ کر لوگوں کو سنائے اور تیری کتاب کی تعلیم دے یعنی تجوید وقرات کی تعلیم دے اور کتاب اللہ کے معانی بتائے۔ اس آیت سے مکاتب قرآن اور مدارس علمیہ کے قیام کا ثبوت ملتا ہے جہاں تجوید وقرات سکھائی جاتی ہے اور مدارس علمیہ میں کتاب اللہ کی تفسیر کی جاتی ہے جو نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے بعثت کے مقاصد سے ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت کے مقاصد کو جاری رکھنا امت پر فرض ہے۔ اس کے بعد دونوں پیغمبروں نے دعا مانگی ویزکیھم اور وہ نبی ایسا ہو جو دلوں کا تزکیہ کرے دلوں کو پاک کردے۔ معلوم ہوا کہ تزکیہ بھی بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقاصد میں سے ہے اور باب نبوت اب بند ہو چکا ہے لہٰذا یہ کار نبوت آپ کے سچے نائبین انجام دے رہے ہیں جو قیامت تک جاری رہے گا۔

آج کل ایک مرض بہت عام اور روز بروز بڑھتا جاتا ہے وہ مرض دینی حدود کی رعایت نہ کرنا ہے جس کی وجہ سے دو قسم کی کوتاہیاں ظاہر ہوتی ہیں کہیں افراط یعنی حد سے بڑھ جانا کہیں تفریط یعنی حد سے کمی کردینا۔ افراط کی کوتاہی غلو فی الدین اور بدعت میں مبتلا کردیتی ہے جو نہایت مضرت رساں اور بڑی گمراہی ہے جس میں آج کل بہت زیادہ ابتلا ہے اور تفریط کی کوتاہی سے اس عمل کے پورے برکات اور فوائد سے محرومی ہوجاتی ہے۔ یہ دونوں کوتاہیاں دین کے ہر شعبہ میں ہم سے ہورہی ہیں۔ یہ دونوں کوتاہیاں افراط وتفریط کی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر یعنی وعظ ونصیحت عام وخاص میں بھی دیکھی گئیں۔ تفریط کی کوتاہی تو بہت عام ہے جس کی وجہ سے نصیحت کا باب قریب قریب بند ہو گیا ہے جو ہماری ہلاکی و بربادی کا ایک بڑا سبب ہے۔ افراط کی کوتاہی کا بھی بہت سے مواقع میں مشاہدہ ہوا کہ بعض وہ صاحبان جن کو کچھ توفیق دینی جدوجہد کی عطا ہوئی وہ علمائے کاملین پر یہ اعتراض کرنے لگے کہ دین مٹ رہا ہے اور یہ حضرات تبلیغ نہیں کرتے ہیں حالانکہ وہ حضرات بڑی دینی خدمات میں ہمہ تن مشغول رہتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے اعتراض سے ظاہر ہوا کہ تبلیغ کی ضروری حدود بلکہ اس کی حقیقت سے ناواقفیت کے ساتھ ساتھ یہ لوگ اس نظام خاص کو (جس کے موافق دینی جدوجہد کرتے ہیں) مقصود سمجھتے

ہیں جو افراط کا مصداق ہے حالاں کہ نظام سنت کے علاوہ کوئی اور نظام مقصود نہیں اور کسی دوسرے نظام کو یہ درجہ دینا صریح تعدی اور بدعت ہے۔لہٰذا دین کے ہر شعبہ کے آداب اور احکام وحدود موجود ہیں مثلاً نماز کے لیے احکام اور حدود ہیں کہ کہیں نماز فرض کہیں واجب کہیں مستحب اور کہیں ممنوع ہے جیسے زوال اور طلوع کے وقت نماز پڑھنا ممنوع ہے۔ اسی طرح تبلیغ بھی دین کا شعبہ ہے اس کے بھی آداب واحکام وحدود ہیں جن کو علما متقین سے معلوم کر کے اس کے مطابق عمل کریں تو افراط وتفریط میں مبتلا نہیں ہوں گے۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین کے ہر شعبہ کو اپنا شعبہ سمجھنے اور ہر دینی کام کو حدود کے اندر کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔(ماہنامہ ابرار کراچی شمارہ اگست ۲۰۱۰ء سے ایک اقتباس)

خدمت سب سے بڑا کام ہے

سالک کے لیے ایک اونچا کام خدمت ہے خدمات میں وہ فوائد اور خاصیتیں ہیں جو کسی دوسری عبادت وطاعت میں نہیں۔ایک یہ کہ نفس مردہ ہوتا ہے اور بڑائی وسرداری کبر ونخوت نکال دیتی ہے اور تواضع وعجز پیدا ہوتا ہے، خدمت اس کو مہذب اور مودب بنا دیتی ہے اخلاق کو آراستہ کرتی ہے اور سنت وطریقت کے علوم کھاتی ہے، نفس کی ظلمت اور گرانی کو دور کرتی ہے، انسان کو لطیف اور سبک روح بناتی ہے اور اس کا ظاہر وباطن روشن ہو جاتا ہے۔ یہ سب فوائد خدمت کے ساتھ مخصوص ہیں۔ ایک بزرگ سے کسی نے پوچھا خدا تک پہنچنے کے کتنے راستے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ موجودات اور دنیا میں جتنے ذرات ہیں اتنی ہی خدا تک پہونچنے کی راہیں ہیں لیکن کوئی راستہ دلوں کو راحت پہنچانے سے زیادہ بہتر اور نزدیک تر نہیں اور ہم نے اسی راہ سے خدا کو پایا ہے اور اپنے تعلق والوں کو اسی کی وصیت کی ہے۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ اس گروہ کے اوراد وطاعات بیان سے باہر ہیں۔(حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیری کا ایک مکتوب)

نفس کی مکاری

میرے بھائی! آدمی کا نفس مکار دھوکا دینے والا ہے وہ ہمیشہ جھوٹے دعوے اور لاف زنی کرتا ہے کہ خواہش نفس میری محکوم ہوگئی ہے۔اس سے اس کا ثبوت مانگنا چاہئے اور اس کا ثبوت صرف یہ ہے کہ وہ اپنے حکم سے ایک قدم نہ اٹھائے، شریعت کے حکم سے چلے اگر ہمیشہ وہ شریعت کی اطاعت میں سرگرمی دکھاتا ہے تو صحیح کہتا ہے اگر احکام شریعت میں اپنی ہوا وخواہش کے موافق رخصت وتاویل چاہتا ہے تو وہ بے اقبال ابھی تک اسیر کمند ہوا ہے۔اگر غصہ کا غلام ہے تو وہ ایک کتاب ہے آدمی کی شکل میں، اگر پیٹ کا غلام ہے تو ایک جانور ہے اور اگر وہ فاسد خواہشات نفس کا اسیر ہے تو وہ ایک سور خنزیر ہے اور اگر وہ لباس وزینت کا غلام ہے تو وہ عورت ہے مرد کی صورت میں لیکن جو شخص اپنے کو احکام شریعت کے مطابق آراستہ کرتا ہے اور نفس کا امتحان لیتا رہتا ہے اور اس نے اپنی باگ شریعت کے ہاتھ دے دی ہے جس طرف وہ پھیرتی ہے اسی طرح وہ پھر جاتا ہے اس وقت اس کو کہا جا سکتا ہے کہ اس کی صفات اس کی محکوم اور زیر فرمان ہوگئی ہیں پس جن لوگوں کو اللہ نے بصیرت دی تھی اور جو حقائق پر نظر رکھتے تھے وہ دم واپسیں تک اپنے نفس کو تقویٰ اور خوف الٰہی کی لگا دیتے رہے۔(ایضا)

ٹولیوں میں کیوں بٹے ہو؟

اے وہ لوگو! جو اپنے آبا واجداد کے رسوم کو بغیر کسی حق کے پکڑے ہوئے ہو یعنی گزشتہ بزرگانِ دین کی اولاد میں سے ہو۔میرا آپ سے سوال ہے کہ آپ کو کیا ہو گیا، ٹکڑیوں ٹکڑیوں، ٹولیوں ٹولیوں میں آپ بنٹ گئے ہیں ہر ایک اپنی اپنی راگ اپنی اپنی منڈی میں الاپ رہا ہے اور جس طریقے کو اللہ نے اپنے رسول محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نازل فرمایا تھا اور محض اپنے لطف وکرم سے جس راہ کی طرف راہنمائی فرمائی تھی اسے چھوڑ کر ہر ایک تم میں سے ایک مستقبل پیشوا بنا ہوا ہے اور لوگوں کو اسی کی طرف بلا رہا ہے اپنی جگہ اپنے آپ کو راہ یافتہ اور راہ نما ٹھہرائے ہوئے ہے حالاں کہ وہ دراصل خود گم کردہ راہ اور دوسروں کو بھٹکانے والا ہے۔ ہم ایسے لوگوں کو قطعاً پسند نہیں کرتے جو محض لوگوں کو اس لیے مرید کرتے ہیں تا کہ ان سے ٹکے وصول کریں اور نہ میں ان لوگوں سے راضی ہوں جو سوائے اللہ ورسول کے خود اپنی طرف لوگوں کو بلاتے ہیں اور اپنی مرضی کی پابندی کا لوگوں کو حکم دیتے ہیں۔خبردار خبردار! ہرگز اس کی پیروی نہ کرنا جو اللہ کی کتاب اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کی طرف دعوت نہ دیتا ہو اور اپنی طرف بلاتا ہو۔لوگو! دیکھو کیا تمہارے لیے اللہ تبارک وتعالیٰ کے اس ارشاد میں کوئی عبرت نہیں ہے: وان ھذا صراطی مستقیما فاتبعوہ ولا تتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیلہ (الانعام ۱۵۳)(یہ میری راہ ہے سیدھی تو اس پر چل پڑو اور مختلف راہوں کے پیچھے نہ پڑو وہ تمہیں اللہ کی راہ سے بچھڑا دیں گے)

(ملفوظ: حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی) (التفہیمات الالٰہیہ، ۱۰/۱۳-۲۱۴، الفرقان، بحوالہ بالا ص ۱۴۸-۱۴۹)

(.....)

احکامِ تجہیز و تکفین اور ردِ بدعات

از: سید محمد امین القادری

اس عالمِ رنگ و بو میں بے شمار انسان بستے ہیں اور سب کسی نہ کسی معاملے میں اختلاف رکھتے ہیں مثلاً رنگ میں، صحت میں، سیرت میں، مذہب میں، مسلک میں، عقیدے میں اور عمل میں مگر موت ایسی تلخ حقیقت ہے کہ اس پر تمام انسان متفق نظر آتے ہیں۔ قرآن مقدس نے جابجا موت کا ذکر فرمایا۔(۱) ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔(سورۂ آل عمران آیت نمبر ۱۸۵) (۲) تم فرماؤ! وہ جس سے تم بھاگتے ہو وہ ضرور تمہیں ملنی ہے (سورۂ جمعہ آیت ۸)۔ (۳) تم جہاں کہیں ہو موت تمہیں آلے گی اگر چہ مضبوط قلعوں میں ہو (سورۂ نساء آیت ۷۸) درج بالا آیتوں سے صاف طور سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ موت سے بچنا ممکن ہی نہیں۔ جب موت کا وقت آتا ہے تو ساری تدبیریں ناکام ہو جاتی ہیں اور انسان کو نہ چاہتے ہوئے بھی دنیا سے رخصت ہونا پڑتا ہے۔ جب یہ روزِ روشن کی طرح عیاں ہے اور موت آنی ہی ہے تو ہمیں چاہیے کہ ہر وقت موت کی تیاری میں مصروف رہیں تاکہ وقتِ رخصت پشیمانی اور شرمندگی سے محفوظ رہ سکیں اور جب بھی موقع ملے رشتہ دار و احباب کی اموات کے موقع پر شرکت کریں تاکہ دل میں موت کی یاد تازہ رہے اور دنیا سے بے رغبتی ہو۔ اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ عوام جنازے میں شرکت تو کرتے ہیں مگر آداب و احکام سے لاعلمی کی بنیاد پر تجہیز و تکفین میں بے جا رسومات اور بدعات کا شکار ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا عوام کی اصلاح کے لیے چند سطور قرطاس کی نذر کر رہا ہوں تاکہ ایسے موقع پر بدعات سے بچتے ہوئے مسنون طریقہ اختیار کر کے اللہ عزوجل اور اس کے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی حاصل کریں۔

تدفین میں جلدی کریں

ہمارے معاشرے میں اکثر یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ لوگ رشتہ داروں اور احباب کے لیے بلا وجہ تاخیر کرتے ہیں حالانکہ اللہ کے پیارے رسول عالم ما کان وما یکون صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جنازہ لے جانے میں جلدی کرو اس لیے اگر وہ اچھا آدمی ہے تو تم اس کو بہتر ٹھکانے تک جلدی پہنچاؤ گے اور وہ اچھا نہیں ہے تو تم اپنے کاندھوں سے برائی کا بوجھ دور کرو گے (مسلم شریف)۔ دوسری روایت میں ہے: اس کی تیاری میں جلدی کرو کیونکہ کسی مسلمان کی لاش کا اس کے گھر والوں کے درمیان پڑے رہنا مناسب نہیں ہے (ابوداؤد شریف)۔ اس تعجیل (جلدی کرنے) کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ اگر کسی کا انتقال جمعہ کے دن ہو تو محض اس وجہ سے نماز جمعہ تک تاخیر کرنا مکروہ ہے کہ نماز جمعہ کے بعد جنازہ میں مجمع کثیر ہوگا بلکہ جیسے ہی تیاری مکمل ہو جائے نماز جنازہ پڑھ کر دفن کر دینا چاہیے۔ (درمختار)

غسل میت

میت کو نیم گرم پانی سے غسل دینا مستحب ہے کیونکہ ٹھنڈے پانی کے مقابلے میں گرم پانی جسم سے میل کچیل جلدی اور آسانی سے دور کرتا ہے۔ دورِ رسالت میں بیری کے پتوں میں جوش دے کر نیم گرم پانی سے غسل دیا جاتا تھا چنانچہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی سیدتنا ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو غسل دے رہے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے تین پانچ مرتبہ یا اس سے زیادہ مناسب سمجھو غسل دو۔ غسل بیری اور پانی سے دینا آخر میں کچھ کافور ملا ہوا پانی بہانا (بخاری، مسلم، فتاویٰ رضویہ)۔ بہتر یہ ہے کہ میت کو غسل دینے والا میت کا سب سے قریبی رشتہ دار ہو اگر وہ موجود نہ ہو یا موجود ہو مگر نہلانے کا مسنون طریقہ نہیں جانتا ہو تو اس صورت میں کوئی پرہیزگار متقی میت کو غسل دے۔ میت کے بالوں میں کنگھی کرنا ناخن تراشنا مکروہ تحریمی ہے (درمختار)۔ ام المؤمنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ ایک عورت میت کو کنگھی کی جا رہی ہے تو آپ نے فرمایا: کیوں میت کو تکلیف پہنچا رہے ہو۔ (مصنف عبدالرزاق)

کفن کے احکام

کم علمی کی وجہ سے لوگ صاحبِ حیثیت ہونے کے باوجود بہت معمولی کپڑوں میں کفن دیتے ہیں حالانکہ کفن اچھے قسم کا ہونا چاہئے یعنی میت عیدین، جمعہ اور خاص محفلوں میں جیسے اچھے کپڑے پہنتی تھی اسی قیمت کا ہونا چاہیے (ردالمختار)۔حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنے مردوں کو کفن دو تو اچھا دو (مسلم) دوسرے مقام پر فرمایا: مردوں کو اچھا کفن دو کہ وہ آپس میں ملاقات کرتے ہیں اور اچھے کفن سے خوش ہوتے ہیں (مرقاۃ،شرح مشکوٰۃ)۔اچھے کا مطلب یہ نہیں کہ بہت مبالغہ کیا جائے۔حیثیت سے زیادہ تکلف نہ کرو کیونکہ اسلام افراط وتفریط سے پاک ہے۔مولیٰ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے کفن میں مبالغہ کرنے سے منع فرمایا کیوں کہ وہ جلد خراب ہونے والا ہے۔

مُردوں کو برا نہ کہو

مختارِ کائنات مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مُردوں کو بُرا مت کہو کہ وہ اپنے کیے کو پہنچ چکے (نسائی)۔ایک اور مقام پر فرمایا: اپنے مردوں کو بھلائی کے ساتھ یاد کرو اگر وہ جنتی ہیں تو برا کہنے میں تم گنہگار ہوں گے اور اگر وہ دوزخی ہیں تو انہیں عذاب ہی بہت ہے جس میں وہ ہیں (فتاویٰ رضویہ)۔ترمذی شریف کی حدیث میں ہے: مردوں کو برا نہ کہو کہ اس کے باعث زندوں کو ایذا دو۔ ابوداؤد شریف میں ہے: ماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسولِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہارا ساتھی مر جائے تو اسے معاف رکھو اس پر طعن نہ کرو۔

جنازہ لے جانے کے آداب

ایمان والوں کے جنازے میں شرکت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی عظیم سنت ہے اس پر بے پناہ اجر کی بشارت رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمائی ہے۔جنازہ اٹھا کر بندے کاندھا دو اللہ پاک اس کی کامل مغفرت فرما دیتا ہے۔(فتاویٰ عالمگیری، درمختار)

حضرت داؤد علیہ السلام نے اللہ پاک سے عرض کی اے اللہ! جس نے تیری رضا کے لیے جنازے میں شرکت کی اس کا اجر کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس دن وہ مرے گا تو فرشتے اس کے جنازے کے ساتھ چلیں گے اور میں اس کی مغفرت کروں گا۔(شرح الصدور)

جنازہ لے چلنے کی سنت یہ ہے کہ پہلے سرہانے کا داہنا اپنے داہنے شانے پر لے پھر پائنتی داہنا پھر سرہانے کا بایاں پھر پائنتی کا بایاں اور کم از کم ہر بار دس دس قدم چلے۔اکثر لوگوں کو دیکھا جاتا ہے یوں لیا یوں دیا دو چار قدم بھی مشکل سے چل پاتے ہیں حالانکہ ادب یہ ہے کہ دس قدم کم از کم ہونا چاہیے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔اسی طرح حسب استطاعت بار بار کوشش کرنا چاہئے کہ جنازہ لے چلنا عبادت ہے اور عبادت میں کوتاہی اور غفلت نہ کرنا چاہیے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جنازہ کے ساتھ چلنے کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ دوڑنے سے کمتر چال ہو (ابوداؤد شریف)

حضور پاک صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو ایک جنازہ بہت جلدی جلدی لے جاتے دیکھا آپ نے فرمایا: اطمینان کو لازم پکڑو (ابن ماجہ شریف)۔جنازہ کے ساتھ جانے والوں کو چاہیے کہ نہ بہت آہستہ چلیں نہ دوڑیں بلکہ معمول سے کچھ تیز چلیں اور افضل یہ ہے کہ جنازے کے پیچھے چلیں دائیں بائیں نہ چلیں اور اگر کسی وجہ سے آگے چلنا ہو تو اتنا دور ہو کر چلیں کہ ساتھیوں میں شمار نہ کیا جائے۔ (بہار شریعت) اگر جنازے میں رکنے کی نیت نہ ہو تو جنازے کو دیکھ کر کھڑے ہونا منع ہے۔لوگ لاعلمی کی بنیاد پر جنازہ دیکھ کر کھڑے ہونے کو ضروری سمجھتے ہیں حالانکہ یہ حکم منسوخ ہو چکا ہے۔(شرح مسلم امام نووی)

نماز جنازہ فرض کفایہ ہے اگر ایک نے پڑھ لی تو سب کے ذمے سے فرض ادا ہو گیا اور اگر کسی نے نہیں پڑھی تو جس جس کو انتقال کی خبر پہنچی سب گنہگار ہوں گے۔نماز جنازہ کی احادیث میں بہت تاکید کی گئی اور پڑھنے والوں کو بشارت سے بھی نوازا گیا ہے۔تاجدار مدینہ سرور قلب وسینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر مسلمان کی نماز جنازہ تم پر واجب ہے چاہے وہ نیک ہو یا بدکار ہو (ابوداؤد شریف)۔ معلمِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو کسی جنازے کے ساتھ رہے یہاں تک کہ میت دفن کر دی جائے اس کے لیے تین قراط اجر لکھا جاتا ہے ہر قراط احد پہاڑ کے بڑا ہے (جامع الاحادیث)۔ ایک اور مقام پر اللہ کے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مومن کا سب سے پہلا تحفہ یہ ہے کہ جو لوگ اس کے جنازے میں شریک ہوئے ان کی مغفرت کردی جاتی ہے۔ (تاریخ بغداد) اوپر مذکورہ احادیث پران حضرات کوغور کرنا چاہئے جو جنازے کے ساتھ جاتے ہیں مگر قبرستان میں اِدھر اُدھر بیٹھ کر بے وجہ باتیں کرتے ہیں اور نماز جنازہ میں شرکت نہیں کرتے وہ کتنے بڑے اجر سے محروم رہتے ہیں۔

آداب قبرستان

جب قبرستان میں داخل ہوں تو انتہائی عاجزی وانکساری کے ساتھ داخل ہوں اور قبر والوں کوسلام کہیں، شور نہ کریں دنیا کی باتیں نہ کریں کہ یہ جائے عبرت ہے۔ جب صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین قبرستان جاتے تو ایسے خاموش رہتے جیسے ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں۔ جب تک جنازہ نہ رکھا جائے اس وقت تک نہ بیٹھیں کہ یہ سنت ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیٹھتے ہوئے نہیں دیکھا جب جنازہ زمین پر نہ رکھ دیا جائے۔ (نسائی شریف) قبرستان میں چپل جوتے کی بھی ممانعت آئی ہے۔ علامہ شرنبلالی مراقی الفلاح میں لکھتے ہیں کہ مجھے میرے استاد علامہ محمد ابن احمد حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خبر دی کہ جوتے کی پھچل سے مردے کو ایذا ہوتی ہے۔ اسی طرح قبروں کا احترام کریں قبور پر پیر نہ رکھیں کہ سخت گناہ ہے۔

اللہ کے محبوبِ اعظم سید عرب وعجم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) جن کی نعلینِ پاک کی خاک اگر مسلمان کی قبر پر پڑ جائے تو قبر سے مشک وعنبر کی مہک اٹھے اگر مسلمان کے سینے، منہ، سر اور آنکھوں پر اپنا قدم اکرم رکھیں تو اس کی لذت ونعمت وراحت وبرکت میں ابدالاباد تک سرشار وسرفراز رہیں۔ وہ فرماتے ہیں: بے شک چنگاری یا تلوار پر چلنا مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں کسی مسلمان کی قبر پر چلوں (ابن ماجہ، فتاویٰ رضویہ)۔ قبرستان میں جو نئے راستے بنائے جاتے ہیں اکثر وہاں پرانی قبریں ہوتی ہے ان راستوں پر چلنا حرام اشد حرام ہے اور مردوں کو ایذا دینا ہے۔

تدفین کے احکام

قبر کی گہرائی انسان کے سینے تک ہو اور زیادہ گہری ہو تو افضل ہے کیونکہ اس میں درندوں سے حفاظت زیادہ ہے۔ (شرح نقایہ) قبر دو قسم کی ہوتی ہے ایک لحد یعنی بغلی دوسری صندوقی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لیے لحد یعنی بغلی قبر کو پسند فرمایا ارشاد فرماتے ہیں: ہمارے لیے لحد اور دوسرے کے لے مشق (صندوقی) ہے۔ (ابوداؤد)

قبر میں اتارنے کے لیے قریبی رشتہ دار ہو تو بہتر ہے ورنہ کوئی متقی پرہیزگار اتارے۔ میت کو داہنی کروٹ پر لٹائے یہ دعا پڑھتے ہوئے **بسم الله وعلیٰ ملة رسول الله**۔ (ترمذی، ابن ماجہ، درمختار)

مٹی دینے کے آداب

میت کو قبر میں رکھ لینے کے بعد قبر کو تختوں سے بند کردیں اور پھر قبر پر مٹی دی جائے۔ مستحب یہ ہے کہ اپنے دونوں ہاتھوں سے لپ بھر کر تین مرتبہ قبر کے اوپر مٹی ڈالیں مٹی ڈالنے کی ابتدا سرہانے کی جانب سے کرنی چاہئے۔ (عالمگیری، بہاری شریعت)

مٹی ڈالتے وقت کی دعا

قبر پر مٹی ڈالتے وقت مندرجہ ذیل ترتیب سے پڑھیں۔ پہلی مرتبہ ڈالتے وقت: **منها خلقنکم** (یعنی ہم نے تم کو اسی مٹی سے بنایا) دوسری مرتبہ مٹی ڈالتے وقت: **وفیها نعیدکم** (یعنی اور اس میں تم کو لوٹا رہے ہیں) تیسری مرتبہ مٹی ڈالتے وقت: **ومنها نخرجکم تارة اخریٰ** (یعنی اور اس سے تم کو دوبارہ نکالیں گے۔ (فتاویٰ شامی، بہار شریعت)

تعزیت سنت ہے

تدفین کے بعد میت کے رشتہ داروں کی تعزیت (اظہار ہمدردی) وتسلی، رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ حضور سیدِ انس وجان انیسِ بے کساں صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو مسلمان بھائی کی مصیبت میں تعزیت کرے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے عزت کا جوڑا پہنائے گا۔ (ابن ماجہ) ترمذی شریف کی حدیث پاک میں ہے کہ اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو کسی مصیبت زدہ کی تعزیت کرے اللہ تعالیٰ مصیبت زدہ کے ثواب کے برابر کے ثواب عطا فرمائے گا مگر افسوس آج کل ہمدردیاں ختم ہو رہی ہیں مالداروں کی میت ہو تو تعزیت کرنے والوں کی بھیڑ لگ جاتی ہے اور غریب کے یہاں میت ہو تو الا ماشاء اللہ۔ اللہ پاک خلوص عطا

فرمائے۔تعزیت کا وقت موت سے تین دن تک ہے تین دن کے بعد تعزیت کرنا مکروہ ہے کہ غم تازہ ہوگا مگر جب کہ یہ تعزیت کرنے والا یا جس کی تعزیت کی جائے وہ موجود نہ تھا یا موت کی خبر بعد کو پہنچی تو تین دن کے بعد تعزیت کرنے میں حرج نہیں۔(ردالمحتار، بہارشریعت)

بھاتی ایک دن سنت ہے

جس گھر میں میت ہو گھر والے میت کی پریشانی کے سبب کھانا نہیں پکاتے ایسی صورت میں جو کھانا بھیجا جاتا ہے اسے ہمارے معاشرے میں ''بھاتی'' کہا جاتا ہے۔ اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ تعزیت کے بعد بھاتی کے لیے مالداروں کے یہاں نام لکھانے والوں کی قطار لگ جاتی ہے اور چلا چلا کر نام لکھائے جاتے ہیں اور دو دو دن کی بھاتی کا باضابطہ طور پر اعلان ہوتا ہے اور کھانا اتنا لایا جاتا ہے کہ پورے محلے کو کافی ہو جائے۔ نہ جانے یہ برائی ہمارے معاشرے میں کیسے رائج ہوگئی اور سنت کے مقابلے میں لوگوں نے اسے کیسے قبول کرلیا۔سنت یہ ہے کہ پہلے دن پڑوسی یا رشتہ دار میت کے گھر والوں کے لیے کھانا بھیجے اور انہیں با اصرار کھلائے کہ یہ بہتر ہے۔ بھاتی کا کھانا صرف اور صرف گھر والے کھا سکتے ہیں۔اور اتنی ہی مقدار میں بھیجے جتنے گھر کے افراد ہو زیادہ نہ بھیجے صرف پہلے دن کھانا بھیجنا سنت ہے۔(فتاویٰ عالمگیری، ردالمحتار، فتاویٰ رضویہ)

میت کے موقع پر تعزیت کے لیے اکثر رشتہ دار عورتیں جمعہ کے دن روتی پیٹتی اور نوحہ کرتی ہیں انہیں (بھاتی کا) کھانا نہ دیا جائے کہ گناہ پر مدد کرنا ہے۔(کشف الغطاء، بہارشریعت)

﴾......﴿

ایک عظیم خوش خبری

گزشتہ سال کی طرح امسال بھی امام احمد رضا سیمینار و کانفرنس بتاریخ ۲۶، ۲۷ فروری ۲۰۱۱ء ممبئی کی سرزمین پر منعقد ہونے جا رہا ہے، جس میں ہندو پاک، بنگلہ دیش، مصر، دمشق، شام اور جرمنی، انگلینڈ، امریکہ کے علما، مشائخ و دانش وران کی شرکت یقینی ہے۔مزید معلومات کے لیے رابطہ کریں: امام احمد رضا سیمینار کمیٹی، میرا روڈ، ممبئی۔

فون: 09076036611 / 09869328511

ہمارے نمائندے

☆مولانا افتخاراللہ مصباحی
خطیب و امام نور علی نور مسجد، نو پاڑہ، باندرہ (ایسٹ) ممبئی ۵۱
Mob:9869357415
☆☆☆

☆مولانا عبد الکریم رضوی نجمی
خطیب و امام سنی ہری مسجد بہرام نگر باندرہ (ایسٹ) ممبئی ۵۱
Mob:8898681235
☆☆☆

☆مولانا اصغر رضا رضوی
خطیب و امام مسجد زکریا کمپاؤنڈ باندرہ (ایسٹ) ممبئی ۵۱
☆☆☆

☆فاروق نیوز پیپر
۱۴۵/ ایس، وی، پٹیل روڈ چارنل، ڈونگری ممبئی ۹
☆☆☆

☆ناز بک ڈپو
محمد علی بلڈنگ، محمد علی روڈ، بھنڈی بازار، ممبئی ۳
☆☆☆

☆جناب ساجد حسین
مکتبہ طیبہ موتی مسجد، دلی دروازہ، نیا پل، حیدرآباد
موبائیل: 09948157867
☆☆☆

☆الحاج محمد جعفر صاحب
اسکواٹر کالونی نزد فلائی اوور برج، ملاڈ ایسٹ ممبئی 94
موبائیل: 09867810352
☆☆☆

محمد عطاء الرحمن نوری،
مبلغ سنی دعوت اسلامی، عائشہ نگر، اسلام پورہ
مالیگاؤں۔فون: 09270969026
☆☆☆

محمد جمیل برکاتی
مسجد رضائے مصطفیٰ، روم نمبر ۲، ٹیپو سلطان روڈ، رائچور۔
9739991662

عظیم مائیں

اُم المؤمنین حضرت سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

از: مولانا ممتاز عالم مصباحی

ام المؤمنین حضرت سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک مخلص مومنہ ہونے کے ساتھ پاکیزہ ذات، حمیدہ صفات، اور بلند ہمت خاتون تھیں۔ ان کے اصل نام کے سلسلے میں دو قول ملتے ہیں، (۱) رملہ بنت ابی سفیان صخر بن حرب۔ (۲) بعض لوگوں کے مطابق ''ہند'' لیکن ان دونوں میں زیادہ صحیح پہلا قول ہے۔ ان کی والدہ صفیہ بنت ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس تھیں جو کہ حضرت ابن عفان ابی العاص کی پھوپھی تھیں۔ یہ اسلام کی کٹر دشمنہ تھیں۔

ام المؤمنین حضرت سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حبالۂ عقد میں آنے سے قبل حضرت عبداللہ بن جحش الہندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی عبید اللہ بن جحش کے نکاح میں تھیں۔

آپ نہایت قدیم الاسلام تھیں اور مذہب اسلام کی خاطر اپنے وطن عزیز، قبیلہ، گھر اور والدین تک کو تیاگ کر اپنے شوہر عبیداللہ بن جحش کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت ثانیہ کی تھی۔ عبیداللہ بن جحش حبشہ میں شراب کا عادی ہو گیا تھا جس کی وجہ سے وہ عیسائیوں میں بیٹھا کرتا تھا اور پھر ان سے متاثر ہو کر مرتد بھی ہو گیا۔ عیسائیت قبول کر لی۔ ایسی حالت میں اس کا انتقال بھی ہو گیا۔ ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دین اسلام پر قائم رہیں یہاں تک عبیداللہ بن جحش کی بہت کوششوں کے باوجود بھی اس سے برأت کا اظہار کر دیا۔

وطن، قبیلہ، گھر اور والدین وغیرہ کو چھوڑ کر تو انہوں نے ہجرت کر ہی لی تھی اپنے خاوند کو چھوڑنے کے بعد دیارِ غیر میں اب وہ بالکل ہی بے یار و مددگار ہو گئیں تھیں۔ ان کے ساتھ ان کی بیٹی حبیبہ تھیں مکہ مکرمہ دوبارہ واپس جانے کے لیے تو وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھیں کیوں کہ ان کے والدین اسلام کے بہت ہی بڑے دشمنوں میں سے شمار کیے جاتے تھے۔ مکہ واپس جانے کا سیدھا مطلب یہ تھا کہ یا تو انہیں اسلام کو چھوڑنا پڑتا یا پھر اسلام پر قائم رہ کر اپنی جان کو قربان کرنا پڑتا اس لیے وہ کسی طرح کسمپرسی کی حالت میں حبشہ ہی میں زندگی گزار رہی تھیں۔

اسی دوران ام المؤمنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک خواب دیکھا جس کے بارے میں وہ خود فرماتی ہیں کہ میں نے خواب دیکھا کہ ایک شخص مجھے ''یا ام المؤمنین'' کہہ کر پکار رہا ہے۔ میں نے اس خواب کی تعبیر یہ لی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنے عقد میں لیں گے۔ چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کی اس مخلص مجاہدہ، جنہوں نے دین اسلام کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کر دیا تھا، کی پریشانیوں کو ختم کر کے انہیں سہارا بہم پہنچانے کے لیے حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حبشہ کے شاہ نجاشی کے پاس بھیجا کہ وہ ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے پیام دیں اور نکاح کریں۔ بادشاہ نے اپنی لونڈی ''ابروہ'' کو ام المؤمنین ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس بھیجا۔ وہ اس سے قبل خواب میں دیکھ ہی چکی تھیں کہ کوئی شخص انہیں ''یا ام المؤمنین'' کہہ کر مخاطب کر رہا ہے۔

اب شاہ حبش کی لونڈی سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیام نکاح سن کر وہ بہت خوش ہوئیں۔ وہ جتنی خوش ہوئی ہوں گی اس کا اندازہ صرف انہیں کو ہے۔ انہوں نے اس پیام پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور شکرانے میں لونڈی کو اپنا کنگن اور چاندی کی انگوٹھی بطور انعام عطا کر دی۔ اس کے بعد ام المؤمنین حضرت سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عتالیٰ عنہ کو جو کہ حبشہ میں موجود تھے، وکیل بنایا۔ نجاشی نے نکاح کی مجلس خود منعقد کی جس میں جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور حبشہ کے دیگر مسلمان بھی شامل ہوئے۔ نجاشی نے خطبہ پڑھا:

الحمدللہ الملک القدوس السلام المؤمنین المھیمن العزیز الجبار المتکبر اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ ارسلہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون، اما بعد! فقد

اجبت الی مادعیٰ الیہ رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم وقد اصدقتها اربع مأة دینارا.

اس کے بعد دیناروں کو حاضرین کے سامنے ڈال دیا پھر حضرت خالد بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جو کہ ام المؤمنین حضرت سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وکیل تھے، فرمایا:

الحمد لله احمده واستعینه واستغفر الله واشهد ان لا الٰه الا الله وحده لاشریک له واشهد ان محمداً عبده ورسوله ارسله بالهدیٰ ودین الحق لیظهره علی الدین کله ولو کره المشکرون اما بعد فقد اجبت الی مادعیٰ رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم وزوجة ام حبیبة بنت ابی سفیان فتبارک الله لرسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وآله وسلم.

اس کے بعد شاہِ حبش نجاشی نے دیناروں کو حضرت خالد بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حوالے کیا انہوں نے لے لیا اور جانا چاہا لیکن نجاشی نے انہیں بیٹھا لیا اور یہ بیان کیا کہ انبیاء علیہم السلام کی سنت رہی کہ مجلس نکاح میں کھانا کھلایا جائے پھر کھانا منگایا اور جملہ حاضرین کو کھانا کھلایا۔ نجاشی نے چار سو دینار بطور مہر ادا کیا۔

ام المؤمنین حضرت سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ان میں سے پچاس مثقال سونا نجاشی کی اس ابرہہ باندی کو بھیجا اور معذرت کی کہ اس روز جب کہ تم خوش خبری لائی تھیں واقعے کے مطابق انعام نہ دے سکی تھی۔ اس پر نجاشی نے ان زیورات کو جو ام المؤمنین نے خوش خبری دینے کے وقت باندی کو عطا فرمائے تھے وہ پچاس مثقال سونا دوبارہ ام المؤمنین کے پاس لوٹا دیے کہ آپ ان چیزوں کی مستحق ہیں کیوں کہ آپ شوہر کی خدمت میں جارہی ہیں۔

نجاشی نے حضرت ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا کہ میں آپ سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ بارگاہِ رسالت میں میرا سلام عرض کردیں اور یہ عرض کردیں کہ میں آپ کے صحابہ کے دین پر ہوں اور ہمیشہ درود وسلام بھیجتا رہتا ہوں۔ نجاشی کی عورتوں نے ام المؤمنین ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لیے عطر وخوشبو وغیرہ بھیجیں۔ صحیح حدیث کے مطابق جب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس عقد کے استحکام کی خبر پہونچی تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت شرحبیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو مدینہ منورہ لانے کے لیے بھیجا۔ نجاشی نے حضرت شرحبیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ عزت وتکریم کے ساتھ ام المؤمنین حضرت سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو مدینہ منورہ بھیج دیا۔ مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے زفاف فرمایا۔ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نجاشی کے سلام کی اطلاع ہوئی تو آپ نے جواب میں فرمایا و رحمة الله و بر کاته۔ (مدارج النبوۃ ۲ص ۴۲۳)

رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح ۷ھ میں ہوا تھا۔ اس نکاح کے ذریعہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہ صرف یہ کہ ان کے غم اور ان کی پریشانیوں کو دور فرمادیا بلکہ اس نکاح سے بے شمار سیاسی فوائد بھی حاصل ہوئے۔ ابوسفیان اور اس کا قبیلہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نسب میں اپنے برابر سمجھتا تھا اس لیے اس نکاح پر کوئی اعتراض نہ تھا بلکہ ابوسفیان نے اس نکاح کی خبر سن کر لاکھ دشمنی کے باوجود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس رشتے پر فخر ومباہات کا اظہار بھی کیا تھا۔ اگر ابوسفیان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ہم پلہ نہیں سمجھتا تو اس کی دشمنی میں اور اضافہ ہوجاتا اور اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ایک نئے جوش کے ساتھ حرکت میں آتا لیکن اس کی بیٹی حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح کے خلاف کسی کاروائی کی قیادت نہیں کی۔ یہ خیال رہے کہ قوم قریش کا نشان جنگ ابوسفیان کے گھر میں رہتا تھا جب یہ نشان باہر کھڑا کیا جاتا تو قوم کے ہر فرد کے اوپر آبائی ہدایات اور قومی روایات کی اتباع لازم ہوجاتی تھی کہ سب کے سب اس جھنڈے کے نیچے فوری طور پر جمع ہوجائیں۔

اسلام کے خلاف اکثر جنگوں میں ابوسفیان نے ہی لشکرِ قریش کی قیادت کی لیکن اس نکاح کے بعد اس نے قیادت نہیں کی۔

امام اہلِ سیر حضرت ابن اسحٰق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ ابوسفیان صلح حدیبیہ کے بعد تجدیدِ صلح کے لیے مدینہ منورہ آیا اس دوران وہ اپنی بیٹی حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی ملنے کے لے گیا اس نے چاہا کہ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر مبارک پر بیٹھے لیکن حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جائز نہ جانا اور بستر کو فوراً لپیٹ دیا۔ ابوسفیان حیران رہ گیا پوچھا بیٹی! کیا تم مجھے اس بستر کے قابل نہیں سمجھتی یا تمہارا خیال ہے کہ یہ بستر میرے شایان

شان نہیں؟ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ یہ بستر طاہر ومطہر ہے اور تم نجاستِ شرک سے آلودہ ہو۔ اپنی لختِ جگر کے دل میں اپنے سب سے بڑے دشمن کے تیئں یہ محبت دیکھ کر ابوسفیان کا سارا غرور چکنا چور ہو گیا۔ اس کے بعد وہ زیادہ عرصے تک اسلام سے دور نہ رہ سکا اور اسلام میں داخل ہو گیا۔ اس طرح اس نکاح نے پہلے کفارِ مکہ کی اسلام دشمنی کی شدت کو کم کیا پھر اس نکاح کی برکت سے سردارِ قریش کو اسلام کی دولت نصیب ہوئی اور اس کے بعد لوگ فوج در فوج اسلام میں داخل ہوتے چلے گئے۔ (ضیاء النبی، ج ۷ہفتم، ص ۱۲، ۵۱۱)

ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کل ۶۵/ احادیث کریمہ مروی ہیں ان میں سے دو متفق علیہ ہیں۔ ایک صحیح مسلم شریف میں اور دیگر کتبِ احادیث میں ۶۲/احادیث مروی ہیں۔

اقارب

(۱) ابوسفیان صخر بن حرب ان کا باپ ہے جو ابتدا میں سب سے مشہور ومعروف دشمنِ اسلام اور جاہلیت میں قریش کا سب سے مشہور سردار تھا۔ غزوۂ احد میں بھی وہ کافروں کی فوج کا سردار تھا اور غزوۂ خندق میں بھی قریش اور خلفائے قریش اس کے ماتحت تھے۔ فتحِ مکہ مکرمہ سے ایک دو روز قبل انہوں نے اسلام قبول کیا پھر جنگِ حنین اور طائف میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ حاضر ہوئے جنگِ یرموک میں نہایت استقامت و پامردی دکھائی اور رومیوں کے مقابلے میں مسلمانوں کو کمال دلیری سے آگے بڑھاتے رہے۔ ۹۲/سال کی عمر میں ۳۴ھ میں ان کا انتقال ہوا۔

(۲) ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سگے بھائی یزید بن ابوسفیان ہیں جو کہ یزید الخیر کے نام سے مشہور ہیں۔ وہ فتحِ مکہ کے دن حلقہ بگوش اسلام ہوئے تھے اور عمدہ اسلام سے مشرف تھے۔ فتحِ شام کے لیے جن سرداروں کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مامور فرمایا تھا ان میں یزید بن ابوسفیان بھی تھے۔ ان کا وصال ۱۹ھ میں ہوا اس وقت پورے شام میں انہیں کی حکومت تھی۔

(۳) حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے باپ کی طرف سے بھائی ہوتے ہیں۔ ماں کی جانب سے نہیں یعنی دونوں کی ماں الگ الگ تھیں۔ وہ شام میں ۲۰/سال تک ماتحت خلافت امیر رہے اور پھر ساڑھے ۱۹/سال شام میں سلطنت کی۔ یہ سلطنتِ بنی امیہ کے بانی بھی تھے ۸۲/سال کی عمر میں ۲۲ رجب ۶۰ میں ان کی وفات ہوئی۔

(۴) حبیبہ حضرت ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بیٹی ہیں جو کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ربیبہ ہیں۔ یہ حبش سے اپنی والدہ کے ساتھ آئی تھیں۔

وفات

ام المؤمنین حضرت سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات مدینہ منورہ میں ۴۲ھ یا ۴۴ھ میں (صحیح قول کے مطابق) ہوئی۔ ایک قول یہ ہے کہ ان کا وصال شام میں ہوا۔

اہلِ سیر بیان فرماتے ہیں کہ جب سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وصال کا وقت آیا تو انہوں نے حضرت ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ اور ام المؤمنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا:

”مجھے ان امور میں معاف کر دو جو ایک شوہر کی بیویوں کے درمیان ہو جاتے ہیں۔ اس نوع سے جو کچھ میری جانب سے تمہارے متعلق واقع ہوا ہو اسے معاف کر دو۔

انہوں نے کہا حق تعالیٰ تمہارے بوجھ کو بخشے اور معاف کرے ہم بھی معاف کرتے ہیں۔ ام المؤمنین حضرت سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا اللہ تعالیٰ تمہیں خوش رکھے تم نے مجھے خوش کر دیا۔ (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۸۲۸، ۸۲۷)

﴾......﴿

تعزیت نامہ

شہزادۂ حضور حافظ ملت حضرت مولانا عبدالقادر جیلانی عرف جیلانی میاں ۲۰/دسمبر ۲۰۱۰ کو سفر حج سے واپسی کے ایک روز بعد ممبئی میں جناب عبدالعلی عزیزی کے گھر پر انتقال فرما گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کی یاد میں ایک تعزیتی اجلاس نئی سنی مسجد گھوڑپ دیو (دفتر جامعہ اشرفیہ) میں ہوا جس میں کثیر تعداد میں علما و ائمہ کرام نے شرکت کی اور حضور حافظ ملت اور جیلانی میاں کی حیات وخدمات پر روشنی ڈالی۔ اللہ رب العزت حضرت جیلانی میاں کی مغفرت فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے اور ان کے پسماندگان کو صبر کی توفیق بخشے۔ **(ادارہ سنی دعوت اسلامی)**

کتابیں انمول دوست ہیں

از: بشارت علی خاں

ندیم اور فہیم دو بھائی تھے۔ ندیم عمر میں فہیم سے بڑا تھا ان کے ابو ایک کارخانے کے مالک تھے۔ انہوں نے دونوں بیٹوں کو شہر کے اچھے اچھے اسکولوں سے تعلیم دلوائی۔ اب ماشاءاللہ وہ دونوں تعلیم مکمل کر چکے تھے لیکن دونوں کی طبیعتوں میں زمین آسمان کا فرق تھا۔

ندیم کا حلقہ احباب بہت وسیع تھا وہ ہر وقت دوستوں میں گھرا رہتا کوئی اس سے ملنے آ رہا ہے تو کوئی جا رہا ہے۔ ندیم کو نئے نئے دوست بنانے کا بہت شوق تھا آڑے وقت میں وہ دوستوں کی کھلے دل سے مدد کرتا۔ دوسری طرف فہیم کو ایسے دوست ہرگز پسند نہ تھے اس کی اپنی ایک الگ دنیا تھی اس کی دوستی کتابوں سے تھی۔ جب بھی والد صاحب کی طرف سے جیب خرچ ملتا فہیم کے کتب خانے میں ایک نئی کتاب کا اضافہ ضرور ہوتا۔

ایک دن ندیم نے بہت سے دوستوں کو گھر پر بلا رکھا تھا۔ کسی دوست نے فہیم سے ملنے کا اصرار کیا۔ پہلے تو ندیم نے ملازم سے فہیم کو بلانے کے لیے کہا مگر جب تھوڑی دیر تک فہیم نہ آیا تو ندیم خود ہی چپکے سے اٹھ کر فہیم کے کمرے میں چلا آیا اور دیکھا کہ فہیم پلنگ پر نیم دراز لیٹا ایک کتاب کا مطالعہ کر رہا ہے۔

''فہیم بھائی! کچھ تو خیال کرو اور کمرے سے باہر نکلو۔ دنیا بڑی وسیع ہے ان خشک کاغذوں میں کیا رکھا ہے جب دیکھو کتابیں پڑھی جارہی ہیں اگر کہیں باہر جانا پڑ جائے تو بھی کتابیں خریدی جارہی ہیں ان کتابوں کے علاوہ آپ کا اور کوئی دوست یا دشمن ہے؟ خدا کے لیے کتابوں کو چھوڑو چلتے پھرتے انسانوں سے ملو گپ شپ لگاؤ تاکہ تمہیں بھی زمانے کے اتار چڑھاؤ کا پتا چلے۔ آؤ میرے دوستوں سے ملو نیچے تمہارا انتظار ہو رہا ہے۔'' ندیم نے جلدی جلدی اتنی ساری باتیں کہہ ڈالیں۔

''اچھا ندیم بھائی چلتا ہوں۔'' فہیم نے مختصر سا جواب دیا اور کتابوں کو ایک طرف رکھ کر ندیم کے ساتھ چل پڑا مگر چلتے چلتے اس نے کہا ''بھائی جان! یاد رکھیں یہ کتابیں خشک کاغذ نہیں کبھی فرصت ملے تو ان سے مل کر دیکھیں۔ میرے تو یہی دوست ہیں انسانوں میں بھی اگر میرا کوئی دوست ہے تو وہ بھی میری ہی طرح کتابوں کا دوست ہوگا۔ خود غرض دوستوں سے کتابوں کی دوستی زیادہ انمول ہے یہ آدمی کو سیدھا راستہ دکھاتی اور قدم قدم قدم پر حوصلہ بڑھاتی ہیں۔''

جب فہیم ندیم کے کمرے میں پہنچا تو محفل خوب گرم تھی۔ ہلا گلا عروج پر تھا، گانوں سے پورا کمرا گونج رہا تھا اور قہقہے بلند ہو رہے تھے۔ ایک طرف چائے کے کپ کھنک رہے تھے تو دوسری طرف سگریٹ کے دھوئیں کے مرغولے بلند ہوتے دکھائی دے رہے تھے۔ فہیم رسمی دعا سلام کے بعد کچھ دیر خاموش تماشائی کی طرح کھڑا رہا مگر جلد ہی لوٹ آیا جیسے اسے یہ محفل راس نہ آئی ہو۔

شام کو ان کے ابو گھر آئے تو ندیم نے شکایتاً کہا: ''فہیم نے میرے دوستوں کی محفل سے اٹھ کر میری بے عزتی کی ہے۔ یہ میرے دوستوں کو اچھا نہیں سمجھتے۔ انہیں کیا معلوم کہ یہ دوست مستقبل میں میرے کاروباری معاون ہوں گے۔ معاشرے میں اسی طرح نام پیدا ہوتا ہے۔''

شعیب صاحب نے ہنستے ہوئے فہیم سے پوچھا تو اس نے بھی جواب میں اپنے دوستوں یعنی کتابوں کی توہین کی شکایت کر دی۔

معمولات زندگی جاری تھے کہ ایک روز ان کے ابو شعیب صاحب کے دفتر سے فون آیا کہ ان کی گاڑی کو حادثہ پیش آ گیا ہے اور اب وہ اسپتال میں ہیں۔ ڈاکٹروں نے ابتدائی طبی امداد تو دے دی ہے مگر مکمل علاج سے معذوری ظاہر کی ہے جس کے لیے انہیں بیرونِ ملک جانا ہوگا۔ یہ فون کارخانے کے جنرل منیجر کا تھا۔ یہ خبر قیامت خیز ثابت ہوئی اور تمام اہل خانہ بے حد پریشان ہو گئے۔ اگلے چند دنوں میں بینکوں میں جتنی رقم جمع تھی وہ نکلوا کر شعیب صاحب کو بیرون ملک علاج کے لیے بھیج دیا گیا۔

اب سارے کاروباری معاملات ملازمین کے حوالے ہوگئے جو کاروبار صحیح طریقے سے نہیں چلا سکے۔ رفتہ رفتہ مالی پریشانیوں میں اضافہ ہونے لگا اور آخر وہ وقت بھی آ گیا جب کاروبار بالکل ٹھپ ہوگیا۔ اس صورت حال سے ندیم گھبرا گیا وہ اکثر اپنے کمرے میں بند پڑا رہتا۔ وہ بالکل تنہا ہو چکا تھا اب اس کی محفل سجانے کے لیے کوئی دوست نہ آتا کیونکہ انہیں نہ تو چائے ملتی اور نہ بوتل۔ ندیم دوستوں کے رویے سے بالکل مایوس ہو چکا تھا مگر فہیم نے ساری صورت حال کا ٹھنڈے دماغ سے جائزہ لیا اوران حالات سے نبرد آزما ہونے کا فیصلہ کیا۔

ایک روز فہیم، ندیم کے کمرے میں آیا تو دیکھا کہ بھائی پریشانی کی حالت میں بے سدھ پڑا تھا۔ اس نے ندیم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

''ندیم بھائی! اٹھو میں نے سب معاملات درست کر دیے ہیں۔ ابو بیرون ملک علاج کروا کر واپس آنے والے ہیں۔ کارخانے کا سارا انتظام میں نے اپنے ہاتھوں میں لے لیا ہے۔ اب ان شاءاللہ سارے حالات ٹھیک ہو جائیں گے۔''

''سچ فہیم! یہ کیسے ہوا؟'' ندیم نے کروٹ بدلتے ہوئے پوچھا۔

فہیم بولا ''ندیم بھائی! یہ سب اللہ کے کرم اور میرے مخلص دوستوں کے مشورے سے ہوا جنہوں نے ہر قدم پر میری رہنمائی کی اور مشکلات پر قابو پانے کے اصول بتائے۔ آپ کو معلوم ہی ہے کہ میرے دوست، میری رہنما کتابیں ہیں۔ انہیں کی انمول دوستی نے مجھے ثابت قدم رکھا۔'' ندیم یہ سن کر آنسوؤں پر قابو نہ رکھ سکا اور بے اختیار بھائی کے گلے لگ گیا۔

عزیز نونہالو! اس کہانی سے ہمیں معلوم ہوا کہ سچی دوست کتابیں ہی ہیں جو ہمیں سمجھدار بناتی ہیں اور جینے کا حوصلہ بڑھاتی ہیں اگر کتابیں نہ ہوں تو ہمارے دماغ بالکل کند ہو جائیں اور ہم کچھ بھی نہ کر سکیں۔ وہ لوگ دوست نہیں ہوتے کہ جن کی وجہ سے ہمارا وقت برباد ہوتا ہے اور ہمارے مستقبل پر خراب اثر پڑتا ہے۔ سچ ہے سچا دوست وہی ہے جو مصیبت میں کام آئے۔

دعا قبول ہونے کا وقت

☆ اذان کے بعد ☆ فرض نماز کے بعد

☆ قرآن پاک کی تلاوت کے بعد ☆ عصر اور مغرب کے درمیان

مرسلہ: تزئین فاطمہ، ڈاکٹر ذاکر حسین کالونی، وردھا،

دو آدمی

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے بزرگ تھے۔ وہ اپنے متعلق ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مجھے ایک دفعہ بغداد جانے کا اتفاق ہوا۔ طویل راستہ پیدل طے کیا حتیٰ کہ جوتا ٹوٹ گیا۔ مجبوراً ننگے پاؤں چلنا شروع کیا۔ کانٹے چبھتے، چھالے پڑتے، زخمی پاؤں لہولہان ہو جاتے اور سورج کی گرمی تپتی ہوئی زمین کی جلن تلوؤں سے چل کر سر تک پہنچتی جس سے دماغ بھی کھولنے لگتا آخر کار خدا خدا کر کے بغداد پہنچا۔ بازار نکلا تو گھوڑوں گدھوں کے سوار زرق برق لباس پہنے پاس سے گزرتے رہے۔ میرے لیے یہ تمام نظارے تفریح ومسرت کا باعث ہونے کے بجائے عذابِ جان بنے ہوئے تھے۔ لوگوں کی آسودہ حالی اور فارغ البالی اور اپنے ننگے پاؤں دیکھتا تو کلیجہ پاش پاش ہو جاتا۔ اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ اللہ کا ایک بندہ اپاہج جس کے دونوں پاؤں سرے سے تھے ہی نہیں بازار کے ایک کنارے پر دونوں ہاتھوں کے بل اس طرح گھسٹتا اور رینگتا چلا آ رہا تھا جیسے کسی نے کچھوا تالاب سے نکال کر باہر پھینک دیا ہو اور راستہ چلنے والوں کی ٹھوکریں اسے الگ الگ رہی ہوں۔ کوئی اوپر سے گزر رہا ہو کوئی پیچھے سے دھکیل رہا ہو۔ ادھر راہ کی کیچڑ اور غلاظت سے ہاتھ اور نچلا دھڑ ایسا غلیظ ہو رہا تھا کہ خدا کی پناہ۔ اسے دیکھتے ہی میں چونک پڑا۔ سب گلے شکوے ہوا ہوگئے لیکن فوراً سجدے میں گر کر رو رو کر خدا سے یہ کہنے لگا کہ ''اے خدا! مجھے جوتا میسر نہیں تو بلا سے نہ ہوا کرے مگر اپنے فضل وکرم سے میرے پاؤں سلامت رکھنا۔''

عزیز نونہالو! شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کے اس واقعے سے پتا چلتا ہے کہ انسان کو چاہیے کہ وہ تکلیف کی حالت میں اپنا مقابلہ اپنے سے اوپر والے سے نہیں بلکہ اپنے سے نیچے والے کی حالت سے کرے تو اسے معلوم ہوگا کہ اللہ کے لاکھوں بندے ایسے ہیں جو اس جیسی حالت کو چاہتے اور ترستے ہیں۔ اسی طرح اسے قناعت کی دولت نصیب ہوگی اطمینان قلب حاصل ہوگا اور وہ اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہوگا۔

مرسلہ: **سلطان محمود**، کامبیکر اسٹریٹ، ممبئی

اچھی باتیں

☆ کھانے میں جتنے ہاتھ جمع ہوں گے اتنی ہی زیادہ برکت ہوگی۔
☆ دولت کا بہترین مصرف یہ ہے کہ اس سے اپنی عزت وآبرو کو برقرار رہے۔
☆ غصہ شیطان کی طرف سے ہے اور شیطان کو آگ سے پیدا کیا گیا ہے اس لیے اگر تم کو غصہ آئے تو وہ وضو کرلو۔
☆ انسان ہو کر ایسا کام نہ کرو کہ انسانیت کا دامن داغ دار ہو جائے۔
☆ جسے اللہ ذلیل کرنا چاہے وہ دولت کی تلاش میں لگ جاتا ہے۔
☆ فقیر کو صدقہ دے کر احسان نہ جتاؤ بلکہ اسے قبول کرنے کے لیے خود اس کا احسان مند ہو۔

مرسلہ: **فردوس ارم**، اسلام پورہ، کاسودہ

☆☆☆

فضول باتوں سے بچو

فضول باتیں وہ ہیں جن سے دنیا اور آخرت کا کوئی فائدہ نہ ہو۔ اس میں وہ باتیں بھی شامل ہیں جو دنیا وآخرت کے نقصان کا باعث ہوں اور وہ بھی شامل ہیں جن میں نہ نقصان ہو نہ نفع ہو۔ جب فضول باتیں شروع ہو جاتی ہیں تو بڑھتے بڑھتے لوگوں کی برائیوں اور غیبتوں تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ اس لیے خیر اسی میں ہے کہ خاموش رہو مگر یہ بھی نہیں کہ ہر وقت خاموش رہو کہ لوگ سمجھنے لگیں کہ یہ تو غرور کرتا ہے۔ مختصر گفتگو کرو ورنہ سننے والا بور ہو جاتا ہے۔ زیادہ بولنے والا اپنا وقار کھو دیتا ہے۔ زبان صحیح چلتی ہے تو عزت دلاتی ہے اگر الٹی چلتی ہے تو رسوا کر دیتی ہے۔ مثلاً ہم نے کسی کو گالی دی تو جواب میں ہمیں بھی گالی ملے گی یا پٹائی ہو جائے گی۔ جب انسان صبح اٹھتا ہے تو اس کے جسم کے سارے اعضا زبان سے درخواست کرتے ہیں کہ: ''تم سیدھی رہنا اگر تو ٹیڑھی ہوگئی تو شامت ہماری آ گئی۔''

اس لیے ہمیں چاہئے کہ ہم جو بات بھی کریں سوچ سمجھ کر کریں۔ ایسے کلمات منہ سے نہ نکالیں جن سے کسی کو دکھ ہو یا نقصان!

از: **ارم امجد**، شمع وہار، لکھنؤ یوپی۔

☆☆☆

بے نمازی کی نحوست

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ایک بستی میں بہت زیادہ بدحالی پھیل گئی یہاں تک کہ لوگ بھوک سے مرنے لگے۔ پہلے اس بستی کی پہچان یہ تھی کہ اس بستی کے کسی گھر سے کوئی سائل خالی ہاتھ نہیں لوٹتا تھا لیکن اب اس بستی کے لوگوں کو خود در در بھٹکنا پڑ رہا تھا۔ جب خستہ حالی بہت زیادہ بڑھ گئی تو بستی کے بہت سے لوگ جمع ہو کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ایک زبان ہو کر بولے: ''آپ اللہ تعالیٰ کے مقدس نبی ہیں۔ آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا فرمایئے کہ ہمارے سر سے یہ بلا دور ہو جائے اور ہم سکون کے ساتھ زندگی گزار سکیں۔''

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ''تمہاری بستی میں فلاں درخت کے اوپر چڑیوں کا ایک گھونسلہ ہے اس کے اندر انسان کی ہڈی کا ایک ٹکرا رکھا ہے اس ہڈی کے ٹکڑے کو لے جا کر کسی بہتی ہوئی ندی میں ڈال دو انشاءاللہ بہت جلد تمہاری بستی میں خوش حالی واپس آ جائے گی۔''

لوگ دوڑے دوڑے گئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بتائے ہوئے درخت پر سے اس انسانی ہڈی کے گھونسلے سے نکال کر بہتی ہوئی ندی میں ڈال دیا۔

ہڈی کے نکلتے ہی اس بستی میں پھر سے خوش حالی کے دن پلٹ آئے۔ بستی کے لوگوں کو بڑی حیرت ہوئی کہ اتنی سی انسانی ہڈی کی وجہ سے کتنی زبردست خستہ حالی کا شکار ہو گئے تھے اس بستی کے لوگ۔

وہ سب لوگ ایک بار پھر موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس ہڈی کے بارے میں دریافت کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ''وہ ہڈی کا ٹکڑا ایک بے نمازی کا تھا۔''

یہ سن کر سب لوگ حیران رہ گئے۔

غلامانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعے سے سبق حاصل کرنا چاہیے اور سوچنا چاہیے کہ ہم کتنے نمازی ہیں؟ ہم پر مسلمان ہونے کی حیثیت سے ضروری ہے کہ ہم پنج وقتہ نمازوں کی پابندی کریں اس میں بالکل بھی سستی نہ کریں۔

مرسلہ: **شائستہ نزہت**، ایوت محل، مہاراشٹر

﴿.....﴾

عزیز نونہالو! یہ کالم صرف آپ کے لیے ہے یہ کالم آپ کو کیسا لگتا ہے، آپ ہمیں لکھ کر بھیجئے، اس کے علاوہ اپنی پسندیدہ اور سبق آموز کہانیاں نیز اچھی باتیں بھی ارسال کیجئے، ہم آپ کی حوصلہ افزائی کے لیے ان کو بھی شائع کریں گے۔ ہمیں آپ کی نگارشات کا انتظار رہے گا۔ (ادارہ)

سخن فہمی

دعوت میں ادعائی پہلو اور خطباتِ مفکر اسلام

از: صادق رضا مصباحی

اگر میں یہ کہوں کہ تقریر اور چیز ہوتی ہے اور خطابت اور چیز تو غلط نہیں ہوگا مگر بد قسمتی سے آج دونوں کو بالکل مساوی سمجھ لیا گیا ہے۔ معمولی سے معمولی تقریر کرنے والے کو خطیب کہا جاتا ہے اور صرف یہی نہیں بلکہ سابقات ولاحقات سے اس لفظ کو اتنا زیادہ گھسیٹا جا رہا ہے کہ بے چارہ یہ لفظ سہما سہما سا نظر آتا ہے۔ جس کو خطابت کا مسلک ومشرب بھی نہیں معلوم وہ آج قبیلہ 'خطابت کا فرد ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ اس کا دوسرا الم ناک پہلو یہ ہے کہ اب تقریریں بھی ویسی نہیں ہورہی ہیں کہ جس سے موجودہ نفسیات اور عوامی رجحانات کے خلجان دور ہوسکیں اور سامعین دین اسلام کی حقیقی روح سے قریب ہوسکیں۔ اس تناظر میں جب ہم اردگرد کا جائزہ لیتے ہیں تو ہم مایوسیوں کے اندھیرے میں جا کھڑے ہوتے ہیں مگر امیدوں کے چراغ ہمار ے ذہن ودماغ کو اس تصور سے اب تک روشن کیے ہوئے ہے کہ اب بھی وہ لوگ ہیں جو واقعی اور حقیقی معنوں میں اپنی تقریروں کے ذریعے لوگوں کو اسلام کی آفاقیت سے ہم رشتہ بھی کر رہے ہیں اور اسلام کی عصری تفہیم سے آشنا بھی۔

بلاشبہہ اسلام کی اشاعت اور اصلاح معاشرہ کے لیے تقریر وخطابت کی اہمیت ومقصدیت سے انکار کی گنجائش نہیں مگر داعی وخطیب کے لیے جہاں دیگر اوصاف سے متصف ہونا ضروری ہے وہیں یہ بھی لازم ہے کہ تقریر میں اسلام کی شراب طہور عصری احساسات کے جام میں پیش کی جائے ورنہ تقریر کی نتیجہ خیزی کی ضمانت نہیں لی جاسکتی۔ میرا خیال ہے کہ آج تقریروں کی اثر پذیری کی مفقودیت کی جہاں دیگر وجوہات ہیں وہیں ایک سبب یہ بھی ہے کہ تقریروں میں عصریت کا خانہ بالکل خالی ہے الا ماشاء اللہ۔ تقریر ہو یا تحریر اس کے ذریعے سامعین اور قارئین کو فکری سطح پر بیدار کرنا بھی بہت ضروری ہے اور اسلامی احکام کی معنویت سے روشناس کرانا بھی۔ اسلام کی آفاقیت اور اس کی حقانیت اپنی جگہ مسلم ومحقق ہے مگر عقلی دلائل اور منطقی وسائنسی طرز ابلاغ کے ذریعے انہیں خواب غفلت سے بیدار کر کے ان کے قلوب واذہان میں اللہ عزوجل اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت اس وقت تک جگہ نہیں پائے گی جب تک ان کے دماغ اسلام کی معنویت سے روشن نہیں ہوں گے۔ یہی وجہ ہے کہ ہزاروں جتن کے باوجود دعوت وتبلیغ اپنا وہ رنگ نہیں دکھا پا رہی ہے جو ہمارے روشن ماضی کا حصہ رہ چکی ہے۔ ہم نے اکثر وبیشتر تقریروں اور تحریروں میں دیکھا ہے کہ ان میں ادعائی پہلو زیادہ ہوتا ہے، ہم چیخ چیخ کر اعلان کرتے ہیں کہ اسلام دنیا کا سب سے اچھا مذہب ہے اسلام کے قریب آجاؤ کامرانی تمہارے قدم چومے گی۔ ہم اپنی تقریروں اور تحریروں میں اکثر اس قرآنی آیت کا حوالہ دیتے ہیں کہ تمہیں غالب رہوگے اگر مومن ہو۔ وغیرہ وغیرہ۔ اس طرح کی گفتگو سے پڑھا لکھا طبقہ تو دور کی بات ہے عوام الناس کو بھی مکمل تشفی نہیں ہوتی مگر چوں کہ وہ پیدائشی مسلمان ہوتا ہے کتاب اللہ وسنت رسول اللہ پر اس کا ایمان وایقان ہوتا ہے اس لیے وہ خوب نعرے لگاتا ہے اور اپنی مسلمانیت کا ثبوت پیش کرتا ہے۔ ہمیں اس ادعائی پہلو سے نکلنا ہوگا ہماری بات اسی وقت زیادہ موثر ہوگی جب ہم دعووں سے زیادہ اس کا دوسرے مذاہب سے تقابل کر کے اسلام کی اچھائیاں اور اسلامی احکام کی خلاف ورزی کی خرابیاں ذکر کریں گے اس سے خود بخود لوگوں کے دلوں میں اسلام گھر کرے گا۔ اس سے دوہرا فائدہ ہوگا پڑھے لکھے اور غیر مسلم طبقے کے دلوں میں اسلام کے لیے نرم گوشہ بھی پیدا ہوگا اور خود مسلمانوں کے دل بھی اسلام پر پختہ سے پختہ تر ہوتے چلے جائیں گے۔

تقریر وخطابت کے حوالے سے ایک نہیں درجنوں کتابیں مارکیٹ میں موجود ہیں میں تو نہیں سمجھتا کہ وہ سب کی سب عوام کے دینی وعصری رجحانات کو سامنے رکھ کر لکھی گئی ہیں۔ ان میں سے اکثر وبیشتر کتب میں ادعائی رنگ غالب ہے اسلام کی حقانیت و صداقت پر دعوے پر دعوے کیے جاتے ہیں قرآن وحدیث کا حوالہ دیا جاتا ہے اور سمجھ لیا جاتا ہے کہ تقریر کا حق ادا ہوگیا۔ کوئی مانے یا نہ

مانے مگر حقیقت یہی ہے کہ اس ادعائی پہلو نے ہماری تقریر وتحریر سے اثر پذیری چھین لی ہے ۔ ہمارے بعض مقررین عصری رجحانات وزمانی مسائل پر گفتگو کو اسلام سے الگ ہٹ کر کوئی دوسری چیز سمجھتے ہیں اگر کرتے بھی ہیں تو وہ بھی بہت سطحی ۔ کتابیں دیکھ کر اور تقریریں سن کر اندازہ لگتا ہے کہ زمانے کی آب وہوا قبول کرنے کے لیے انہوں نے اب تک اپنے دماغ واحساس کی کھڑکیاں بند کی ہوئی ہیں الا ماشاء اللہ۔ فکر ومزاج میں اگر اعتدال نہ ہو تو اصلاح وتذکیہ کے تقاضے پورے ہو سکتے ہیں اور نہ ہی دعوت وتبلیغ کے۔ ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ آج کا قاری اور سامع اس طرح کی کتابوں اور تقریروں سے کیوں کر مستفید ہو سکتا ہے یہی وجہ ہے کہ اب اس طرح کے مقررین کی صف بساط سمٹتی جا رہی ہے۔ اب وہی مقررین وخطبا محاذ پر آرہے ہیں جو دین ودنیا دونوں کو صحیح ڈھنگ سے سمجھ رہے ہیں اور اسی کے مطابق عوام الناس کی رہنمائی کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔

تقریر وخطابت پر اتنی طویل گفتگو کے پس منظر میں آپ نے اندازہ لگالیا ہوگا کہ میں نے جس کتاب کو ''سخن فہمی'' کے لیے منتخب کیا ہے وہ کس پائے کی ہے اور اس کا مصنف یعنی خطیب کس مرتبے کا ہے ۔ مفکر اسلام علامہ قمر الزماں اعظمی سے اردو دنیا میں کون ہے، جو ناواقف ہے۔ ایشیا سے لے کر یورپ اور مشرق سے لے کر مغرب تک ان کی تقریر وخطابت کا جادو سر چڑھ کر بولتا ہے ۔ لوگ شہرت کی تلاش میں دوڑ دوڑ کر تھک چکے ہیں مگر علامہ قمر الزماں اعظمی ان لوگوں میں سے ہیں کہ شہرت انہیں تلاش کرتی ہے۔ ان کی تقریر کا اظہار یہ اگر چہ خواص کے لیے ہوتا ہے مگر ان سے عوام بھی اتنا ہی استفادہ کرتے ہیں۔ اگر یہ کلی طور پر استفادہ نہ کر سکتے ہوں تو دوسری بات ہے مگر اتنا ضرور ہے کہ وہ مولانا موصوف کی تقریر کی جاذبیت اور اس کی پیغامیت سے اثر انداز ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے ۔ سطور بالا میں راقم نے جن اوصاف کی نشاندہی کی ہے علامہ موصوف کی تقریروں میں وہ بدرجہ اتم موجود ہیں۔ وہ اسلام کے پیغام کو سامعین کے قلوب کے نہاں خانوں میں اس طرح اتار دیتے ہیں جو دوسرے خطبا میں کم ہی دیکھنے کو ملتا ہے۔ بلا مبالغہ علامہ موصوف کی علمی، فکری اور معلوماتی سطح اکثر وبیشتر دوسرے مقررین وخطبا سے کہیں زیادہ بلند ہے یہی وجہ ہے علما وخواص بھی ان کی تقریروں کو بڑے شوق اور دلچسپی سے سماعت کرتے ہیں اور جب ان کی مجلس سے اٹھتے ہیں تو ان کے پاس معلومات بھی ہوتی ہے اور ملت اسلامیہ کے لیے کچھ کر گزرنے کا جذبہ بھی جسے علامہ اعظمی چپکے سے اس کے دل کو جذباتِ دینیہ سے کچھ اس طرح سے باندھ دیتے ہیں کہ انہیں پتہ ہی نہیں چلتا۔ یہ مبالغہ نہیں حقیقت ہے کہ مولانا موصوف اس وقت اسلام کی ایک طاقت ور ترین اور مضبوط ترین آواز ہیں۔ ان کے فکر انگیز خطبات کا مجموعہ ''خطبات مفکر اسلام'' جلد اول سنی دعوت اسلامی کے زیر اہتمام شائع ہو چکا ہے۔ موصوف کے یہ تمام خطبات پڑھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس میں کل ۱۷ رخطبات ہیں بعض مفصل ہیں تو بعض مجمل لیکن بڑے فکر انگیز اور دینی جذبات کی کیفیتوں سے لبریز ہیں ۔ تقریر کرنے والے تقریر کر کے چلے جاتے ہیں لیکن ان کی موثریت فضا میں تحلیل ہو جاتی ہے مگر ان خطبات کی خصوصیت یہ ہے کہ سامع اگر حساس ہو تو اس کی تاثیریت اس کے دل کی گہرائیوں میں اترتی چلی جاتی ہے ۔ خطبات کی بھیڑ میں ''خطبات مفکر اسلام'' بلاشبہہ اپنی ایک الگ شناخت رکھتے ہیں ان کا دینی، علمی، مذہبی اور فکری پہلو بھی بہت بلند ہے ۔ لفظی بندشیں اگر چہ خواص کے لیے ہیں مگر ان میں معنویت کی اتنی مٹھاس ہے جو عام سامعین کے حلق میں محسوس ہوتی ہے۔

اب ذرا ان خطبات کے عنوانات ملاحظہ کرتے چلیں۔ اسلام کا عقیدۂ توحید، عظمت مصطفیٰ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)، دعوت اسلام کی اہمیت، اسلام اور عصر حاضر، تعارف قرآن، نظام مصطفیٰ، اسلام کا معاشرتی نظام، مسلمانوں کا علمی ومعاشی نظام، اسلام اور گلوبلائزیشن، مقاصد سنی دعوت اسلامی، اسلام کا فلسفہ عبادت، اسلام اور نوجوان۔ ان موضوعات پر علامہ موصوف نے بڑے پر فکر اور پر معنی خطاب فرمائے ہیں۔ کتاب کے جس صفحے کو بھی الٹ کر دیکھیے باذوق قاری کے لیے مشکل ہے کہ وہ اسے پڑھے بغیر آگے بڑھ سکے۔ خیال رہے کہ یہ کوئی مستقل تصنیف نہیں ہے بلکہ خطبات کا مجموعہ ہے لہٰذا اس میں خطابت کا ہی رنگ ڈھنگ ملے گا۔ ظاہر ہے خطابت اور تحریر میں بڑا نمایاں فرق ہوتا ہے اُس کی اور اِس کی حدیں ایک دوسرے سے بہت دور دور رہتی ہیں یہی وجہ ہے کہ ان خطبات میں مکررات در آئے ہیں مگر اس کے باوجود ان کا کمال یہ ہے کہ رسیلے، شربتی اور شیرہ ٹپکتے ہوئے خطبات میں سامع اور قاری کو کہیں سے بوریت نہیں محسوس نہیں ہوتی۔ علامہ موصوف نے شہد کی مکھی بن کر نہ جانے کتنے پھولوں کو چوسا ہے اور کن کن کلیوں کا عرق کشید کیا ہے اور ان کو اپنے خطبات میں ظروف میں انڈیل کر سامعین وقارئین کے سامنے پیش کر دیا ہے۔ **بقیہ ص۹پر**

دینی، علمی تبلیغی اور دعوتی سرگرمیاں

ادارہ

گریڈیہہ میں سنی اجتماع

اللہ کے فضل اور اس کے احسان سے سرزمین گریڈیہہ میں سنی دعوت اسلامی کا ایک روزہ سنی اجتماع مورخہ یکم دسمبر ۲۰۱۰ء کو منعقد ہوا جس میں عطائے حضور مفتی اعظم ہند سیاح یوروپ وایشیا حافظ وقاری حضرت علامہ شاکر علی نوری امیر سنی دعوت اسلامی ممبئی مقرر خصوصی کے حیثیت سے شریک ہوئے۔ رات ۱۱؍ بجے امیر سنی دعوت اسلامی نے ''اسلام میں مسلمانوں کی ذمہ داریاں'' کے عنوان سے خطاب فرمایا جس میں قرآن وسنت پر عمل کی ترغیب وحصولِ تعلیم کی نصیحت فرماتے ہوئے کہا کہ بیک ورڈ کلاس کے جو لوگ تھے آج وہ حصولِ تعلیم کے بعد بڑے بڑے عہدے حاصل کررہے ہیں اس سلسلے میں انہوں نے موجودہ لوک سبھا اسپیکر کا حوالہ بھی دیا۔ حضرت نے مزید فرمایا کہ حصولِ تعلیم کے بغیر مسلمانوں کی ترقی ناممکن ہے اس لیے مسلمان تعلیم کے لیے جی توڑ کوشش کریں۔ اجتماع کے موقع پر تحریک کے نوجوانوں نے امیر سنی دعوت اسلامی سے بیعت کا شرف حاصل کیا۔ اس اجتماع کا آغاز بعد نماز ظہر ہوا تلاوت قرآن کے بعد نعت رسول پیش کی گئی بوکارو سے آئے ہوئے مبلغ سنی دعوت اسلامی محمد شہباز رضا نے نعت رسول پاک پیش کی۔ بعدہ مبلغین کے بیانات کا سلسلہ جاری رہا جس میں محمد مبارک، محمد عامر رضا، محمد افتخار رضا اور نگراں سنی دعوت اسلامی جھارکھنڈ جناب محمد یوسف رضا صاحب کا بیان ہوا۔ علمائے کرام کی ایک بڑی تعداد دن سے ہی اجتماع میں شریک رہی۔ اس اجتماع میں حضرت مولانا سلامت اللہ صاحب (خطیب وامام غوث الوریٰ لائین مسجد) نے عشقِ رسول کے عنوان سے خطاب فرمایا۔ نگران سنی دعوت اسلامی گریڈیہہ حضرت مولانا علیم الاسلام صاحب قبلہ نوری نے اجتماع کی قیادت فرمائی۔ کلکتہ سے آئے ہوئے مہمان علمائے کرام حضرت مولانا مشرف حسین صاحب قبلہ اور مولانا مجاہد حسین حبیبی نے بھی اجتماع میں خطاب فرمایا۔ دربھنگہ بہار سے حضرت مولانا عارف اقبال مصباحی صاحب اور مبلغ سنی دعوت اسلامی جناب حیدر رضا صاحب نے شرکت فرمائی۔ اخیر میں حضور امیر سنی دعوت اسلامی کی دعاؤں پر اجتماع کا اختتام ہوا۔

☆☆☆

ممبئی میں سالانہ عرس علیمی بحسن وخوبی اختتام پذیر

''آج ہر طرف سے مسلمانوں پر دہشت گردی کے الزامات عائد کیے جاتے ہیں حکومتیں اس کے لیے کروڑوں اربوں روپے خرچ کرتی ہیں مگر دہشت گردی اور جارحیت پرستی رکنے کا نام ہی نہیں لیتی۔ دراصل یہ مسئلے کا حل نہیں ہے مسئلے کا حل یہ ہے کہ دہشت گردی کہاں سے پیدا ہورہی ہے اس کا جائزہ لینا ضروری ہے عقل مندی تو یہ ہے کہ دہشت گردی کے پیدا ہونے کے اسباب پر توجہ دی جائے اور یہ اسی وقت ختم ہوسکتی ہے جب اس کے سدباب کے لیے کمیشن بٹھائے جائیں اور پوری دل جمعی کے ساتھ اس پر قوت صرف کی جائے ورنہ الزامات لگانے اور جھوٹے مقدمات کے تحت نوجوانوں کو جیلوں میں بند کرنے سے دہشت گردی کا خاتمہ ممکن نہیں''۔ ان خیالات کا اظہار مولانا ادریس بستوی نائب ناظم الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور نے ۱۷؍ دسمبر بروز جمعہ پیغام شہدائے کربلا اور سالانہ عرس علیمی کو مصطفیٰ بازار ممبئی میں خطاب کرتے ہوئے کیا۔ انہوں نے حالیہ دہشت گردی کے واقعات کی سخت مذمت کی اور کہا کہ ان کا اسلام سے کوئی لینا دینا نہیں ہے۔ انہوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں فرمایا کہ وہ مکمل طور پر امن اور شانتی کے پیامبر تھے یزیدیوں نے ان پر کھانا پانی بند کردیا کربلا والے تین دنوں تک بھو کے پیاسے رہے مگر انہوں نے کبھی بھی جارحیت اور دہشت گردی کا رویہ نہیں اپنایا۔ انہوں نے حکومت ہند سے مطالبہ کیا کہ اگر دہشت گردی کو جڑوں کو اکھاڑ کر پھینکنا ہے تو صحیح سمت میں قدم اٹھانا ہوگا ورنہ مسائل کم نہیں ہوں گے اور حکومتیں پریشان ہوتی رہیں گی۔

اس عظیم الشان اجلاس کی سرپرستی جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے سربراہ اعلیٰ شہزادۂ حضور حافظ ملت حضرت علامہ شاہ عبدالحفیظ صاحب قبلہ اور بقیۃ السلف شیخ القرآن حضرت علامہ عبداللہ خاں عزیزی نے فرمائی۔ جبکہ صدارت معمار ملت حضرت علامہ معین الحق علیمی صدر اعلیٰ دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی نے کی۔ اس جلسے کا آغاز بعد نماز جمعہ تقریباً دو بجے قاری ناظم علی صاحب کی تلاوت سے ہوا۔ اس کے بعد مولانا

اقبال گورکھپوری نے نعت پاک پیش کی۔ناظم اجلاس حضرت مولانا عرفان علیمی صاحب نے اس کے بعد مفتی منظرحسن مصباحی کو دعوت سخن دی انہوں نے مبلغ اسلام حضرت علامہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی علیہ الرحمہ کی خدمات پرروشنی ڈالی۔فاضل بغداد خطیب اہل سنت حضرت علامہ مولانا مختارالحسن صاحب قبلہ نے ایک ولولہ انگیز خطاب فرماتے ہوئے کہا کہ حضور مبلغ اسلام کی وہ عظیم ترین شخصیت تھی جنہوں نے پوری دنیا میں بلامبالغہ ستر ہزار غیر مسلموں تک اسلام کا پیغام پہنچایا۔جب انہوں نے جارج برناڈشا جیسے عظیم مفکر اور دانشور کے سامنے اسلامی تعلیمات رکھیں تو وہ بھی ان کی قوت استدلال،علمی استحضار اور حاضر جوابی سے مرعوب ہوئے بغیر نہ رہ سکا اور اس کو یہ اقرار کرنا پڑا کہ اسلام ہی دنیا کا سب سے اچھا مذہب ہے۔

ان کے بعد شہزادۂ حضور شعیب الاولیاء حضرت علامہ عبدالقادر علوی صاحب نے اپنے خطاب نایاب میں فرمایا کہ آج جو دنیا بھر میں دعوت وتبلیغ کے حوالے سے تنظیمیں قائم ہیں اور افراد کام کر رہے ہیں ان کی مجموعی خدمات ایک طرف اور حضور مبلغ اسلام کی انفرادی خدمات ایک طرف تو بلامبالغہ حضرت کی یہ خدمات ان سب پر بھاری ہوں گی۔انہوں نے کہا کہ بلاشبہ اسلام کے صحیح معنوں میں وہی مبلغ تھے انہوں نے دنیا کے کونے کونے میں نوراسلام پہنچایا او رلوگوں کو اسلام سے قریب کردیا۔

اخیر میں خصوصی خطاب کے لیے حضور غازی ملت سید محمد ہاشمی میاں صاحب قبلہ مائک پرتشریف لائے حضرت نے کم وقت میں جامع ، پرمغز، بصیرت افروز اور فکر انگیز خطاب فرمایا جس سے سامعین جھوم جھوم اٹھے۔انہوں نے فرمایا کہ حضرت امام حسین کی شخصیت سراپا دین تھی اور جو دین ہو وہ باطل اور یزیدیوں کے سامنے کیسے جھک سکتا ہے۔مبلغ اسلام کے بارے میں انہوں نے فرمایا کہ مجدددین وملت امام احمد رضا قادری علیہ الرحمہ نے بریلی کے ایک چھوٹے سے کمرے میں بیٹھ کر قلم چلایا اور ان کے خلیفہ مبلغ اسلام نے اسلام کی تبلیغ واشاعت کے لیے پوری دنیا کا سفر کرکے ان کے نظریات کو عام کیا۔نہ قلم چلانے والے مجدد اعظم کا کوئی جواب ہے اور نہ تبلیغ اسلام کرنے والے مبلغ اسلام کا کوئی جواب ہے۔انہوں نے مزید فرمایا کہ مبلغ اسلام وہ عظیم ترین شخصیت ہیں جنہوں نے سنت صحابہ پر عمل کرکے اسلام کی حفاظت بھی فرمائی اور اسلام کا دفاع کرکے حضرت امام حسین کی سنت کو بھی تازہ کیا۔اس سالانہ عرس علیمی اور پیغام شہدا کربلا کی نظامت علیمی موومینٹ کے صدر حضرت مولانا محمد عرفان علیمی صاحب قبلہ نے فرمائی۔جلسے میں خصوصی طور پر پورے ملک کے نمائندہ علمائے کرام اور مشائخ عظام تشریف لائے تھے۔شہزادۂ حضور حافظ ملت حضرت علامہ شاہ عبدالحفیظ صاحب قبلہ کی دعاؤں پر پروگرام کا اختتام ہوا۔اس تاریخی اور عظیم الشان اجلاس میں مولانا وارث جمال قادری، مولانا عبدالجبار ماہرالقادری، مولانا حبیب الرحمان مصباحی (ساؤتھ افریقہ)،قاری جمال علیمی ،مولانا ابرار علیمی ، مولانا خلیل الرحمان نوری،مولانا فاروق نظامی ،مولانا مظہر حسین علیمی ، صادق رضا مصباحی، مولانا شرف الدین مصباحی، قاری سفیر،قاری نظام الدین (ساؤتھافریقہ) ،مولانا اعجاز احمد کشمیری،مولانا توقیر علیمی ، مولانا محفوظ الرحمان علیمی ، مولانا قمر رضا اشرفی ، مولانا عمر نظامی ، مولانا شفیق علوی، مولانا حسنین علیمی ، مولانا جہانگیر علیمی ، نواب حسن کلکتوی،شبنم بستوی،زم زم شاہی بنارسی،زبیر قادری وغیرہ درجنوں ائمہ مساجد اور شہر کی نمائندہ سماجی،علمی اور ادبی شخصیتوں نے شرکت کی۔

☆☆☆

سال ۲۰۱۱ء علامہ فضل حق خیر آبادی کے نام

علامہ فضلِ حق خیر آبادی ایک زبردست عالم وفاضل، شاعر وادیب، مفکر وفلسفی اور قائدِ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء تھے۔انہوں نے جامع مسجد دہلی میں انگریزوں کے خلاف انقلابی تقریر کی اور جہاد کا فتویٰ دیا جس کے بعد انگریزوں کے خلاف ہندوستانیوں کے دلوں میں عام غم وغصہ کا ماحول پیدا ہوا۔انقلاب کی ناکامی کے بعد وہ جنوری ۱۸۵۹ء میں گرفتار ہوئے اور لکھنؤ کورٹ میں ان کے خلاف مقدمہ ہوا۔انہوں نے اپنا مقدمہ خود لڑتے ہوئے انگریز جج کے سامنے اس بات کا اعلان کیا کہ وہ فضلِ حق میں ہی ہوں جس نے انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیا ہے اور میں اپنے اس فتویٰ پر اب بھی قائم ہوں۔لکھنؤ کورٹ نے ان کے خلاف فیصلہ کیا جس کے نتیجے میں انہیں جزیرۂ انڈمان کے قید خانے میں ڈال دیا گیا۔ جہاں ۱۸۶۱ء میں ان کی وفات ہوئی اس لیے اب ضرورت ہے کہ ان کے ۱۵۰رسالہ سالِ وفات پر اس قائدِ انقلاب کی خدمات کو اجاگر کیا جائے اور سال ۲۰۱۱ء کو علامہ خیر آبادی کے نام منسوب کیا جائے۔ان خیالات کا اظہار علامہ یٰسین اختر مصباحی نے دارالقلم دہلی میں علامہ فضل حق خیر آبادی کی یاد میں منعقد مشاورتی نشست میں کیا۔ پروفیسر غلام یحیٰ انجم جامعہ ہمدرد نئی دہلی نے کہا کہ

علامہ فضل حق خیر آبادی یقیناً قائدِ آزادی ہیں۔ یہ حقیقت بے نقاب ہوگئی ہے کہ انقلاب ۱۸۵۷ء میں سب سے نمایاں رول علامہ فضل حق خیر آبادی اوران کے فتویٰ جہاد کا ہے۔ پروفیسر انجم نے مزید کہا کہ علامہ فضل حق خیر آبادی کے ۱۵۰؍سالہ جشن کو صرف علمی ہی نہیں عوامی سطح پر بھی منایا جائے اور عوام کو روشناس کرایا جائے۔

مولانا خوشتر نورانی، مدیر اعلیٰ جام نور دہلی نے کہا کہ عن قریب Q TV کے ذریعہ علامہ فضلِ حق خیر آبادی پر ڈاکیومینٹری تیار ہونے والی ہے اور قائد انقلاب علامہ فضل حق خیر آبادی کے مجاہدانہ وعالمانہ کردار کو عالمی سطح پر اجاگر کیا جائے گا۔ احمد جاوید، ایڈیٹر روزنامہ ہندوستان ایکسپریس نئی دہلی نے قائدِ انقلاب علامہ فضلِ حق کی خدمات اوران کی ہمہ جہت شخصیت پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ علامہ خیر آبادی اس بات کے مستحق ہیں کہ انہیں گراں قدر خراج پیش کیا جائے اور ہماری طرف سے ناچیز خراج یہ ہے کہ ہم میں سے ہر شخص علامہ خیر آبادی پر کوئی نہ کوئی تحریر پیش کرے۔

روزنامہ ''ہمارا سماج'' نئی دہلی کے ایڈیٹر ڈاکٹر افضل مصباحی نے کہا کہ ضرورت ہے کہ علامہ فضل حق خیر آبادی کی حیاوت وخدمات کو داخل نصاب کیا جائے اور خصوصاً ان کے عربی قصائد کو عربی شعبوں میں شامل نصاب کیا جائے۔ علامہ یٰسین اختر مصباحی کی دعوت پر یہ میٹنگ دارالقلم دہلی میں علامہ فضلِ حق خیر آبادی کی خدمات کو اجاگر کرنے اور ۲۰۱۱ء کو علامہ فضل حق خیر آبادی کے ۱۵۰ سالہ جشن کے نام سے منسوب کرنے کے حوالے سے بلائی گئی تھی۔ اس کے شرکا میں دہلی یونیورسٹی، جے، این، یو، جامعہ ملیہ اسلامیہ اور ہمدرد یونیورسٹی دہلی سے بڑی تعداد میں اساتذہ اور طلبہ شریک ہوئے تھے ان میں مولانا ذیشان احمد مصباحی مدیر جام نور دہلی، مولانا ظفر الدین برکاتی مدیر کنزالایمان دہلی، مولانا شوکت علی ڈائرکٹر مسلم فاؤنڈیشن دہلی، مولانا صادق الاسلام، مولانا شمس الدین مصباحی دارالقلم، مولانا ضیاء الرحمٰن علیمی، سید تالیف حیدر قادری، غلام رسول دہلوی، ڈاکٹر انیس الرحمٰن، مولانا اکرم رضا، مولانا ممتاز عالم، مولانا آفتاب عالم مصباحی، مولانا صدر الاسلام مصباحی، مولانا انظار عالم مصباحی، مولانا ضیاء الدین مصباحی، مولانا اشرف رضا مصباحی، مولانا رضوان شمس تغلق آباد، انجینئر ہلال اختر وانجینئر شعیب احمد وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔ اس اجلاس کی صدارت پروفیسر سید طلحہ رضوی برق وزیٹنگ فیکلٹی شعبہ اردو دہلی یونیورسٹی نے فرمائی جب کہ نظامت مولانا اشرف الکوثر مصباحی جامعہ ملیہ اسلامیہ نے فرمائی۔ علامہ فضل حق خیر آبادی پر مختلف علمی وتشہیری منصوبوں کے اعلان کے ساتھ یہ نشست اختتام پر پہنچی۔ (**رپورٹ**) مولانا ارشاد عالم نعمانی، لائبریری دارالقلم دہلی

سورت میں سنی دعوت اسلامی کا اجتماع

عالمی تحریک سنی دعوت اسلامی کے زیر اہتمام ۲۰؍دسمبر بروز پیر سورت میں ایک عظیم الشان اجتماع بنام'' جشن شہید اعظم وولادت مفتی اعظم ہند'' منعقد ہوا جس میں خصوصیت کے ساتھ عطائے مفتی اعظم امیر سنی دعوت اسلامی حضرت مولانا حافظ وقاری محمد شاکر نوری صاحب نے خطاب فرمایا۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میدان کربلا میں اپنے سر کو کٹادیا، اپنے گھر بار کو لٹادیا اور اپنے پیاروں، دوستوں اور اہل خانہ کے ساتھ اسلام دشمنوں سے پنجہ آزمائی کی یہ سب انہوں نے اپنے پیارے نانا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لائے ہوئے پیارے دین کو بچانے کے لیے کیا۔ حضرت امام حسین کا پوری امت مسلمہ پر یہ اتنا بڑا احسان ہے جسے قیامت تک فراموش نہ کیا جا سکے گا۔ امیر سنی دعوت اسلامی نے حضور مفتی اعظم ہند کے تعلق سے فرمایا کہ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان اپنے عہد کی نابغہ روزگار شخصیت تھے انہوں نے دین کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کیا دین کے مفادات کے آگے انہوں نے کسی کی بھی پرواہ نہیں کی۔ جس طرح سے میدان کربلا میں حضرت امام حسین نے یزیدیوں کے سامنے سر جھکانے سے انکار کر دیا اور ہمیشہ کے لیے تاریخ کے صفحات پر زندہ ہوگئے اسی طرح سے ہمارے حضور مفتی اعظم نے سنت حسین پر عمل کرتے ہوئے اپنے دور کے یزیدیوں کے سامنے جھکنے سے انکار کر دیا جب نس بندی کا معاملہ اٹھا تھا اور حکومت ہند نے پورا زور صرف کر دیا تھا کہ نس بندی حلال ہو جائے مگر وہ مفتی اعظم تھے کہ جن کی حق گوئی کے سامنے حکومت ہند کو مجبور ہونا پڑا۔ اس طرح سے حضور مفتی اعظم نے اسلام وسنیت کی حفاظت فرمائی۔ امیر سنی دعوت اسلامی نے سامعین سے حضور شہید اعظم اور حضور مفتی اعظم کے اقوال وارشادات پر عمل کرنے کی تلقین کی۔ اس اجتماع میں سورت اور بیرون سورت کے علما، ائمہ مساجد اور ہزاروں عاشقان حسین موجود تھے۔ اجتماع میں مولانا نعیم الدین نجمی نے بارگاہ رسالت میں نعت کا نذرانہ پیش کیا اور صلاۃ وسلام کے بعد اس مبارک محفل کا اختتام ہوا۔ اخیر میں لوگوں کی ایک کثیر تعداد نے حضرت امیر سنی دعوت اسلامی کے دست اقدس پر بیعت کی۔

﴿.....﴾

قارئین کے تاثرات وخیالات

ادارہ

سنی دعوت اسلامی کی پذیرائی لائق فخر ہے

جماعت اہل سنت کے سرکردہ دانشوران واہل علم حضرات اس تحریک سے وابستہ ہیں۔علامہ قمرالزماں خاں صاحب اعظمی جنرل سیکرٹری ورلڈ اسلامک مشن لندن، مولانا لیٰیین اختر مصباحی دارالقلم دہلی، مولانا افتخار احمد قادری مدینہ منورہ، مولانا محمد نسیم اشرف حبیبی جیسے بلند پایہ علمائے اسلام نہ صرف اس تحریک سے اپنی مسرت وشادمانی کا اظہار کرتے ہیں بلکہ اس کے لیے ممکنہ حد تک اپنا تعاون پیش کرنے میں بھی دریغ نہیں کرتے۔علاوہ ازیں علمائے اسلام دھیرے دھیرے کاروان دعوت کے ساتھ کھنچتے چلے آرہے ہیں۔

حضرت مولانا بالفضل مولانا محمد شاکر نوری رضوی صاحب دین وسنیت کی تبلیغ کا بارِ عظیم اپنے کاندھوں پر اٹھائے ہوئے ہیں اور کسی حالت میں بھی اس کارخیر سے ایک قدم وہ پیچھے نہیں ہٹ سکتے بلکہ یہ سچائی وصداقت ہے کہ روز بروز اپنی تیز گامی کے ساتھ پیش قدمی کر رہے ہیں۔وہ دن دور نہیں ہے جب باطل پرست ناخداترس لوگ اس تحریک کی کامیابی کا اگرچہ زبان سے نہ سہی دل سے ضرور اعتراف کرنے پر مجبور ہوں گے، "الفضل ماشهدت به الاعداء" ان کی شہادت اگرچہ قابل بھروسہ نہیں ہوتی لیکن اس سے یہ ضرور اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ان شاءاللہ مستقبل قریب ہی میں برصغیر ہندو پاک کے علاوہ ایشیا و یورپ، امریکہ وافریقہ کے ہر خطے میں ان کے جاں نثار سپاہی ومجاہد ضرور پائے جائیں گے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب اکرم علیہ التحیۃ والتسلیم کے صدقہ وطفیل میں حضرت مولانا شاکر نوری صاحب مدفیضہ کو زمانے کے حوادثات سے محفوظ ومامون رکھے۔آمین ثم آمین

از: **شیخ القرآن علامہ عبداللہ خاں عزیزی**

بقلم محمد فیضان عزیزی مرادآباد

حال مقیم سنی رضا جامع مسجد خیرانی روڈ ساکی ناکہ ممبئی

دعوت اسلام میں خواتین کا حصہ

اسلام کی جلوہ گری نے طبقۂ نسواں کو ایک عظیم روحانی فکری اور اخلاقی انقلاب سے ہمکنار کیا۔انسانی معاشرے کا یہ مظلوم ترین طبقہ اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہوکر زندگی کے ہر میدان میں قائدانہ صلاحیتوں کا حامل بنا۔خواتین اسلام نے ہر شعبۂ حیات میں نمایاں کردار ادا کیا جن کی مثال اقوام عالم میں نہیں ملتی۔آپ صحابیات کی مقدس زندگیوں کا مطالعہ کریں تو آپ حیرت واستعجاب کے سمندر میں ڈوب جائیں گے کہ دامن رسالت سے وابستگی کے بعد انہوں نے تفسیر، حدیث، اسماء الرجال، فقہ، ادب، شعر، ریاضی اور طب میں نمایاں خدمات انجام دیں۔ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی تربیت سے درجنوں صحابیات نے مختلف علوم وفنون میں نمایاں مقام حاصل کیا خود ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ۴۸ رسال تک طبقۂ نسواں کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیا اور اجلۂ صحابۂ کرام نے ان سے تفسیر، حدیث اور فقہ میں استفادہ کیا انہوں نے کم وبیش ڈھائی ہزار حدیثیں روایت فرمائیں۔حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ذہانت اور قوتِ فیصلہ میں ممتاز تھیں۔زینب بنت اُم سلمہ نے فقہ میں مہارتِ تامہ حاصل کی۔ام المؤمنین حضرت حفصہ اور دیگر صحابیات مثلاً امِ درداء، فاطمہ بنت قیس ام سلیم، ام عطیہ حفصہ بنت سیرین، عائشہ بنت طلحہ رضی اللہ عنہن کے علاوہ حضرت اسماء، حضرت خولہ، حضرت جویریہ، حضرت میمونہ، فاطمہ بنت قیس، ام سعد، ام عمارہ، ام حکیم رضی اللہ عنہن اور اس طرح کے سیکڑوں اسمائے مبارکہ تاریخ وسیرت کی کتابوں میں محفوظ ہیں جنہوں نے علم وفضل، دعوت وتبلیغ اور جہاد وعزیمت ہر میدان میں نمایاں مقام حاصل کیا۔

لیکن ان تمام خوبیوں میں سب سے نمایاں خوبی جو تمام صحابیات اور خواتین اسلام میں مشترک تھی وہ حبِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اسی

کے تقاضوں کے مطابق جذبۂ فداکاری اور ایثار قربانی کی صفات ہیں۔

ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رئیس التجار مکہ خویلد کی لخت جگر تھیں اور ناز پروردۂ آغوش عشرت تھیں مگر دامنِ رسالت سے وابستہ ہونے کے بعد اپنی تمام دولت اسلام کی اشاعت پر نچھاور کردی اور زندگی کے آخری ایام انتہائی عسرت وتنگدستی میں گزارے۔

حضرت زینب بنت رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہجرت کے ارادے سے اونٹ پر سوار ہوئیں انہیں زخمی کیا گیا اور پھر انہیں زخموں کی وجہ سے جان جان آفریں کے سپرد فرمائی۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ہجرت کے وقت اپنے شوہر اور بچوں کی جدائی کا کرب برداشت کیا۔

حضرت فاطمہ بنت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے غربت وافلاس کے باوجود صبر وتحمل کا عظیم مظاہرہ فرمایا اور اپنی آغوش محبت میں امام حسن اور امام حسین جیسے عظیم شہزادوں کو پروان چڑھایا۔ حضرت زینب بنتِ علی رضی اللہ عنہا نے کربلا میں اپنے بچوں کی شہادت کا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا اور سجدہ شکر ادا کیا۔

حضرت سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جناب بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح سے کفار کے مظالم کو برداشت کیا اور انتہائی بے رحمی سے شہید کی گئیں۔

حضرت خنساء مشہور شاعرہ اور صحابیہ نے اپنے چار بچوں کی جانوں کا نذرانہ پیش کیا۔ ایک عظیم صحابیہ نے اپنے اکلوتے لخت جگر کو میدان کارزار میں بھیجا اور شہادت کی خبر سن کر سجدہ شکر ادا کیا۔

ایک صحابیہ نے اپنے دودھ پیتے بچے کو بارگاہِ رسول علیہ والصلوٰۃ والسلام میں پیش کر کے اس حسرت کا اظہار کیا کہ کاش یہ جوان ہوتے اور آپ کے نام پر قرباں ہوتے۔ غسیل الملائکہ حضرت حنظلہ کی شریک حیات نے شب زفاف انہیں میدان جنگ کے لیے رخصت کیا اور تمنا ظاہر کی شہادت کے بعد انہیں اپنے ساتھ جنت میں لے کر جائیں گے۔ ایک سرمایہ دار خاتون نے رسول پاک کے حکم کے مطابق ایک مفلس ترین نوجوان سے شادی کر کے حدیث پاک **لا یؤمن احدکم حتیٰ یکون ھواہ تبعا لما جئت بہ** ۔تم میں کا کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک اس کی خواہشات وِقانون کی تابع نہ ہوجائیں۔

انسانی معاشرے کو بام عروج پر پہونچانے میں عورت کا کردار بہت اہم ہے۔ ماں اگر الوالعزم اور حوصلہ مند ہوتو اس کی آغوش میں خالد ابن ولید طارق ابن زیاد اور محمد ابن قاسم جیسے فاتحین پروان چڑھیں گے۔

ماں اگر عبادت گزار ہو اور روحانی مدارج ارتقا کو طے کرنے والی ہوتو اس کے بچے غوث الاعظم، داتا گنج بخش، خواجہ خواجگان، قطب الدین بختیار کاکی، بابا فرید اور نظام الدین اولیاء بن کر ابھریں گے۔

مائیں اگر علم وفکر کی حامل ہوں تو ان کے بچے غزالی اور رازی بن کر نمایاں ہوں گے۔

مکالمات فلاطوں نہ لکھ سکی لیکن
اسی کے شعلے سے ٹوٹا شرار افلاطوں

علامہ قمر الزماں خاں اعظمی (لندن)

سرمایۂ ملّت کا نگہ باں

ہر طرف فتنوں کی یلغار تھی....شریعت کا بناوٹی لبادہ اوڑھ کر شریعت کی دھجیاں بکھیری جارہی تھیں......دارالعلوم کے نام پر گستاخان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور منکرین فضائل رسالت کی جماعتیں تشکیل پارہی تھیں......کوئی کذب الٰہی کو ممکن جانتا......کوئی نبی مختار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو محتاج گردانتا......کسی کو خاتمیت محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں شبہہ ہوتا......تو کوئی خود کو نبی کہتا......کوئی خود کو مسیح کہلواتا، کسی کو شیرینی میلاد سے گھن آتی، مگر دیوالی کی کچوری پوری ضرور ہضم ہوتی......کوئی فن سیاست میں غیر نبی کو نبی سے زیادہ اہل سمجھتا......تو کوئی عمل میں خود کو نبیوں اور رسولوں پر بھاری بتاتا، کوئی کہتا کہ کشف و کرامت کوئی بڑی بات نہیں کافر کو بھی یہ حاصل ہو سکتے ہیں......کسی نے صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر بہتان تراشی کی، کسی نے محبوبان خدا پر نازیبا کلمات کسے......کسی نے نبی کو اپنے بڑے بھائی جیسا بتایا......حضور اکرم شافع روز محشر کو شافع نافع دافع ماننے سے انکار کیا......اور خود کو دافع البلا بتایا......مشیت الٰہی کو جوش آیا......اور......رہبرِ کامل کی منتظر امت کی رہبری کے لیے......اور بنام اسلام وجود پذیر فتنوں کے سدّ باب کے لیے......محبوبانِ خدا سے رشتۂ محبت استوار کرانے کے لیے......بد مذہبیت کا سر کچلنے اور الحاد کا قلع قمع کرنے کے لیے......فریضۂ تجدید ادا کرنے کے لیے......۱۰ ارشوال المکرّم ۱۲۷۲ھ

کو بریلی کے ایک اعلیٰ وعلمی گھرانے میں ایک بچے کی پیدائش ہوئی......جس نے چودہ سال کی ننھی سی عمر میں مسئلۂ رضاعت پر مدلل فتویٰ تحریر فرما کر قلمی جہاد کا آغاز کیا......اور تا حیات منکرینِ فضائلِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فتنوں کی سرکوبی کرتا رہا......دشمنانِ اسلام کے حملوں کا جواب دیتا رہا......بات معیشت کی ہوئی تو ''تدبیر فلاح ونجات واصلاح'' تحریر فرما کر قوم وملت کو مستحکم اور پاکیزہ معاش کی تدبیر بتائی......اگر حملے سیاسی نظریات کے ہوئے تو **المحجةالمؤتمنةفی آیةالممتحنة** (ترک موالات) لکھ کر امت مسلمہ کی سیاسی رہنمائی فرمائی......اگر بات سائنس کی ہوئی تو ''فوزِ مبین''، ''معین مبین'' اور ''الکلمۃ الملھمۃ'' جیسی سائن ٹی فک تصنیف سے سائنس کے ذریعے ہونے والے اعتراضات کا مسکت جواب دیا......اگر مسئلہ ختم نبوت کا آیا تو **جـزاء الله عدوه** جیسی تحقیقی کتاب تصنیف کی اور حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خاتمیت کے منکرین کا منھ بند کر دیا......جو یقیناً منکرین ختم نبوت کے جواب میں روشن دلائل کا خزینہ اور عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا گنجینہ ہے......علومِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اعتراضات کا علمی جواب **الـدولةالـمـكية** لکھ کر دیا......مسئلۂ تکفیر پر سنجیدہ کتاب **حســـام الـحـــرمين** تالیف کی......اکرام واحترام صحابہ پر **غـــايةالتـحـقيـق** ،**الـزلال الانقـی** تصنیف کی......اصلاح امت کے لیے **عـطـايـا القدير فی حكم التصوير** ،**هادی الناس فی رسومِ الاعراس** ،**جمل النور** اور **الزبدة الزكية** جیسی تصانیف تحریر فرمائیں۔ اصلاح مراسم محرم پر **اَعالی الافاده فی تعزية الهند و بيان الشهادة** جیسی شاہکار اور موثر کتاب قوم کو عطا کی۔

یہ ایک برجستہ اور سرسری تحریر ہے اگر تحقیق وتدقیق سے لکھیں تو دفتر کا دفتر تیار ہو جائے لیکن بات تشنہ ہی رہے......آپ کی ذات پر لکھنے والے لکھ رہے ہیں......خوب لکھ رہے ہیں......اور چمک رہے ہیں......دیکھو! غور سے پڑھو ایک محقق کہتا ہے: ''میں کم وبیش ۳۵ ر سال سے امام احمد رضا پر تحقیق کر رہا ہوں لیکن میری دانست میں میں نے کچھ بھی نہیں کیا......ابھی بہت سے کام باقی ہیں......'' اور دیکھو ایک بہت ہی کثیر المطالعہ ادیب کہتا ہے: ''میں نے امام احمد رضا کی تصنیف ''فتاویٰ رضویہ'' کی کچھ جلدیں پڑھیں اور اس نتیجے پر پہنچا کہ وہ علم کے بحرِ بے کراں ہیں......اور میں ابھی ساحل پر کھڑا سیپیاں چُن رہا ہوں، غواصی دور کی بات ہے......کیوں نہ ہو امام احمد رضا نے اپنی ذات کے لیے کچھ نہ کیا، جو کیا مسلمانوں کی بھلائی کے لیے کیا......ان کا جو کام رہا شریعت اسلامی کے دائرے میں رہا......تمام تحریریں عین اسلام ہیں......اور ضرورت دینی کے تحت وجود میں آئیں......اسی لیے آپ کا نام دین حق کی پہچان بن گیا......دشمنان اسلام آپ سے بغض وحسد اور عار رکھنے لگے مگر ع

کیا دبے جس پہ حمایت کا ہو پنجا تیرا

دشمنان اسلام ان کے کارناموں کو دبانا چاہتے ہیں مگر مرضی مولا از ہمہ اولیٰ......وہ ابھرتے جا رہے ہیں......عالمی جامعات میں ان پر تحقیقات کی راہیں ہموار ہو رہی ہیں اور محققین کشاں کشاں تحقیق کر رہے ہیں......سالہا سال تحقیق کے بعد بھی کہتے ہیں، اب بھی تشنگی ہے......اور سچ ہے ؎

ہر علم وفن کی شاہی تم کو رضاؔ مسلّم
جس سمت آ گئے ہو سکے بٹھا دیے ہیں

عتیق الرحمن رضوی ،نوری مشن، مالیگاؤں

وکی لیکس اور خدائی لیکس

آج کل وکی لیکس کے انکشافات کا زبردست چرچا ہے جس کی وجہ سے امریکہ کی خفیہ سفارتی دستاویزات دنیا بھر کے سامنے آ گئی ہیں۔ ان دستاویزات میں زیادہ تر امریکی سفارتکاروں کی بیان کردہ وہ معلومات اور تجزیے موجود ہیں جو انھوں نے دیگر ممالک کے سیاسی رہنماؤں اور حکمران طبقات سے گفتگو کے نتیجے میں حاصل کیے ہیں۔

عام طور پر سفارتی حلقوں میں کی جانے والی گفتگو خفیہ رہتی ہے اس لیے مختلف ممالک کی حکومتی اور سیاسی شخصیات نے امریکی سفیروں کے سامنے اس اعتماد پر گفتگو کی تھی کہ یہ باتیں ان کے اور امریکی حکام کے درمیان رہیں گے مگر یہ خفیہ معلومات لیک ہو گئیں اور ان کے عام ہونے کی بنا پر امریکہ اور ان شخصیات دونوں کو زبردست خفت کا سامنا ہے۔ میڈیا کی زبردست ترقی نے ان انکشافات کو اب گھر گھر پہنچا دیا ہے اور یہ لوگ نہ صفائی پیش کر سکتے ہیں اور نہ تردید کرنے کے قابل ہی رہے ہیں۔

وکی لیکس کے ان انکشافات میں لوگ دنیا بھر کے حکمرانوں کی

رسوائی کا تماشہ دیکھنے میں مگن ہیں مگر انھیں معلوم نہیں کہ ایسا ہی ایک واقعہ عنقریب ان میں سے ہر شخص کے ساتھ پیش آنے والا ہے۔ بہت جلد ہر شخص میدان حشر میں کھڑا ہوگا اور اس کا نامہ اعمال پوری انسانیت کے سامنے پڑھ کر سنایا جائے گا۔ چھوٹے سے چھوٹا خفیہ عمل، ہر سرگوشی یہاں تک کہ نیت اور ارادے تک کو کھول دیا جائے گا۔ کوئی راز اس دن راز رہے گا نہ کوئی بات چھپی رہے گی۔

اس روز لوگوں کے چہروں سے شرافت اور تقویٰ کا نقاب کھینچ کر اتار دیا جائے گا۔ مجمع عام میں آنسوؤں کے ساتھ رونے والوں کی تنہائی کی کارستانیاں سامنے لائی جائیں گی۔ دلوں کو گرما دینے والے خطیبوں اور مصنفوں کی خلوتوں کے جرائم اور غفلتوں سے پردہ اٹھایا جائے گا۔ مجلسوں میں پاکدامنی پر وعظ کہنے والوں کے ہر کمزور لمحے کی وڈیو اور آڈیو ریکارڈنگ نشر کر دی جائے گی۔ عوام کو نیکی اور قربانی کی تلقین کرنے والے رہنماؤں کی ذاتی زندگی میں مفاد پرستی کی داستان آشکارا کر دی جائے گی۔ میڈیا پر بیٹھ کر امن کی بات کرنے والوں کی ساری خفیہ روداد بیان کر دی جائے جس میں وہ فساد کا درس دیا کرتے تھے۔ خدا پرستی پر تقاریر کرنے والوں کے بارے میں واضح کر دیا جائے گا کہ یہ اکابر پرستی کا شکار تھے۔ عشق رسول میں جھومنے والوں کا پول کھول دیا جائے گا کہ یہ دراصل تعصّبات کے اسیر تھے۔ صالحین سے محبت کے دعویداروں کی حقیقت سامنے آجائے گی کہ یہ دراصل اپنی خواہشات کے پیرو تھے۔ دین کے نام پر جذبات بھڑکانے والوں کی اصلیت ظاہر ہو جائے گی کہ وہ اصل میں قوم پرست تھے۔

آج لوگوں کی ساری توجہ صرف دوسروں کی رسوائی کی طرف مرکوز ہے۔ میڈیا پر آنے والے صحافی ہوں یا گلی کوچوں اور دفاتر کے عوام و خواص ہوں، ہر شخص سیاستدانوں کی رسوائی سے لطف اندوز ہو رہا ہے۔ وہ ان کی حرکتوں، قول و فعل کے تضاد اور خفیہ و ظاہر کی دو رنگی پر دانتوں میں انگلیاں دیے ہوئے ہے۔ مگر کوئی نہیں جو اس احساس تڑپ اٹھے کل قیامت کے دن یہی کچھ اس کے ساتھ ہونے والا ہے۔ وہ سراپا احتساب بن کر اپنے قول و فعل کا جائزہ لے۔ وہ ایک ناقد بن کر اپنی خلوت و جلوت کے تضاد کو تلاش کرے۔ وہ خدا کی نگاہ سے اپنے فکر و عمل، علم و عقیدے، دعووں اور باتوں کا جائزہ لے۔ وہ دل سے توبہ کرے اور ہر اس چیز کو زندگی سے نکال پھینکے جو خدا کی مرضی کے خلاف ہو اور قیامت کے دن رسوائی کا سبب بن سکتی ہو۔

وکی لیکس نے ہم میں سے ہر شخص کو ایک موقع دیا ہے کہ ہم خدائی لیکس سے پہلے سنبھل جائیں۔ کیوں کہ عنقریب وہ دن آ رہا ہے جب سارے بھید کھول دیے جائیں گے اور اس دن نہ کسی کے پاس کوئی طاقت ہوگی اور نہ اس کا کوئی مددگار ہوگا، (طارق 86:10-9)۔

از: ریحان احمد قادری

غیر مسلموں کے ساتھ ہمارا رویہ

ایسے غیر مسلم جنھوں نے کبھی اسلام کے بارے میں مخاصمانہ رویہ نہیں رکھا، ان کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: جن لوگوں نے تمہارے ساتھ دین کے معاملے میں کوئی لڑائی نہیں کی اور نہ ہی تمہیں جلاوطن کیا، ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنے اور منصفانہ رویہ اختیار کرنے سے اللہ تمہیں منع نہیں کرتا بلکہ اللہ تو انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ (الممتحنہ 8:60)۔ بدقسمتی سے آج مسلمان اپنی دعوتی ذمہ داریوں سے غافل ہیں۔ غیر مسلموں کے ساتھ ان کا رویہ افراط و تفریط کا ہے۔ وہ یا تو انہیں دشمن سمجھتے ہیں یا پھر ان سے مرعوب ہو جاتے ہیں۔ غیر مسلموں کو اب دین کی دعوت مسلمانوں ہی کے ذریعے سے پہنچے گی۔ یہ تب ہی ہوگا جب ہم ان کے ساتھ حسن سلوک پر مبنی روابط قائم کریں۔ اس کے نتیجے کے طور پر وہ ہمارے اخلاق اور کردار سے متاثر ہو کر اسلام کی طرف مائل ہو جائیں گے۔

دراصل صدیوں سے مسلمانوں کی سوچ، دعوتی سوچ نہیں رہی۔ ان کی نفسیات، ردعمل اور نفرت کی نفسیات بن چکی ہے۔ وہ غیر مسلموں کو اس نظر سے دیکھتے ہیں کہ یہی وہ اقوام ہیں جنھوں نے ہمیں دنیا کے اقتدار سے محروم کیا اس لیے یہ ہمارے دشمن ہیں۔ اس کے برعکس ہمارے اسلاف کی فکر دعوتی اپروچ پر مبنی تھی۔ یہ محض مسلمان تاجر ہی تو تھے جن کے اخلاق اور کردار سے متاثر ہو کر انڈونیشیا، ملائشیا، فلپائن، برما، سری لنکا اور جنوبی ہندوستان کے لاکھوں غیر مسلم حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ تاتاریوں نے بھی مسلمانوں سے اقتدار چھینا تھا لیکن مسلمانوں کی لیڈرشپ نے انہیں ردعمل اور نفرت کی نفسیات سے ہٹا کر دعوت کی نفسیات کی طرف مائل کیا جس کے نتیجے میں محض چند دہائیوں میں کعبے کو صنم خانے سے پاسباں مل گئے۔

ردعمل اور نفرت کی سوچ ایک منفی طرز فکر ہے جبکہ دعوتی اپروچ ایک مثبت طرز فکر۔ دنیا میں کبھی بھی منفی طرز فکر کو کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ مثبت طرز فکر ہی دنیا و آخرت میں کامیابی کی ضمانت ہے۔

از: **احمد رضا قادری**، الرضا منزل پورن پور، پیلی بھیت یوپی

﴿.....﴾

منظومات

نبی کاسنگِ در ہے اور میں ہوں

مقدر اوج پر ہے اور میں ہوں
نبی کی رہ گزر ہے اور میں ہوں
کہاں میں اور کہاں سرکارِ عالی
کرم فرما نظر ہے اور میں ہوں
طلب سے بھی سوا مجھ کو ملے گا
کھلا بابِ اثر ہے اور میں ہوں
مدینہ مہبطِ انوارِ رب ہے
منور بام ودر ہے اور میں ہوں
فرازِ عرش کی ہمسائیگی ہے
کہ شہرِ معتبر ہے اور میں ہوں
جہانِ قدس اترا ہے زمیں پر
فرشتہ ہم سفر ہے اور میں ہوں
نہ چھوٹے تاقیامت یا الٰہی
نبی کا سنگِ در ہے اور میں ہوں
سرِمژگاں ستارے جھلملائے
ندامت چشم تر ہے اور میں ہوں
نہیں ہے خوف منزل نارسی کا
محبت راہ بر ہے اور میں ہوں
میری منزل ہے ان کا آستانہ
مسلسل اک سفر ہے اور میں ہوں
رہِ طیبہ میں شاکر کہہ رہے تھے
کہ رضواں ہے، قمؔر ہے اور میں ہوں

نتیجہ فکر: قمرالزماں خاں قمراعظمی

(جنرل سکریٹری ورلڈ اسلامک، لندن)

حد بھی ہے کچھ آپ پر انعام واکرام کی

آپ کا جس نے لیا ہے دل سے نام احمد رضا
دو جہاں میں ہے وہ بے شک شادکام احمد رضا
مصطفیٰ کی دھوم ہے جلسہ ہے رب کے نام کا
ہے جلوس آرزوئے دل بنام احمد رضا
پڑھتے ہیں کثرت سے ہم سب اپنے آقا پر درود
اور کھڑے ہوکر تمہارا ہی سلام احمد رضا
نجدیوں نے سوچ رکھا تھا بدل دیں گے نظام
آپ ٹکرائے شریروں سے امام احمد رضا
احترام مصطفیٰ کیسا دلوں میں چاہئے
کرکے امت کو دکھایا احترام احمد رضا
آپ کے طرز ادا سے اب بھی جسم وجان کا
ہے معطر بوئے رحمت سے مشام احمد رضا
یوں تو تحقیقات کا صبح ومسا ہے اہتمام
پھر بھی باقی ہے بہت کچھ اب بھی کام احمد رضا
قریہ قریہ دھوم ہے بس آپ ہی کے نام کی
شہروں شہروں آپ ہی کے ہیں غلام احمد رضا
حد بھی ہے کچھ آپ پر انعام واکرام کی
کہتے ہیں سب اہل سنت کا امام احمد رضا
آپ ہی کا نام لیتے ہی سب اہل شوق آج
اور ادب سے کرتی ہے دنیا سلام احمد رضا
کب سے نازاںؔ آپ کی فرقت میں ہے آنسوفشاں
اک جھلک دکھلاکے کیجیے شاد کام احمد رضا

نازاں فیضی گیاوی

عارف نگر گیوال بیگہہ گیا بہار

انعامی مقابلہ نمبر(۲)

سوالات:

(۱) مدینۂ طیبہ میں سب سے پہلے کون سی سورت نازل ہوئی؟ (۲) قرآن مقدس میں کل کتنی آیتیں ہیں؟ (۳) آخری وحی کو کس صحابی نے لکھا؟ (۴) عبادل اربعہ کون حضرات ہیں؟ (۵) ائمۂ اربعہ کے مکمل نام کیا ہیں؟ (۶) قرآن کی کس سورت کا نام قرآن ہی میں احسن القصص ہے؟ (۷) کاتبان وحی کی تعداد کتنی ہے؟ (۸) سنی دعوتِ اسلامی کا سالانہ عالمی اجتماع کس میدان میں ہوتا ہے؟

انعامات:

پہلا انعام	:	۷؍کتابوں کا سیٹ (۸؍صحیح جوابات دینے پر)
دوسرا انعام	:	۵؍کتابوں کا سیٹ (۶یا اس سے زیادہ صحیح جواب دینے پر)
تیسرا انعام	:	۳؍کتابوں کا سیٹ (۴؍یا اس سے زیادہ صحیح جواب دینے پر)

ہدایات:

☆ سوال نمبر کے ساتھ جوابات صاف صاف تحریر کریں۔
☆ جوابات کے ساتھ نیچے دیا گیا کوپن پر کر کے بھیجیں، بغیر کوپن کے جوابات شامل مقابلہ نہیں کیے جائیں گے۔
☆ جوابات ۱۵؍فروری ۲۰۱۱ء سے پہلے پہلے ادارہ کو موصول ہو جانے چاہیے۔ ۱۵؍جنوری کے بعد موصول ہونے والے جوابات شامل مقابلہ نہیں کیے جائیں گے۔
☆ جس لفافے میں جوابی پرچہ ارسال کریں اس پر اپنا مکمل پتہ ورابطہ نمبر صاف صاف تحریر کریں۔
☆ انعامات قرعہ اندازی کے ذریعہ تقسیم کیے جائیں گے اور اس سلسلے میں ادارے کا فیصلہ آخری فیصلہ ہوگا۔
☆ کتابیں بذریعہ پوسٹ روانہ کی جائیں گی۔

کوپن برائے انعامی مقابلہ نمبر(۲)

نام:..................................ولدیت..................................

عمر:.................... مشغلہ:..................................

پتہ:..

..................................پن کوڈ:..................................

ہمارا پتہ: **Office Sinni Dawate Islami Monthly**
Sayed Ashique Shah Bukhari Masjid 128.Shaida Marg Car Nal Dongri
Mumbai-9

ماہنامہ سنی دعوت اسلامی میں مندرجہ ذیل کالمز کے تحت مقالات شائع کیے جائیں گے۔

(۱) **پیغام** ہر ماہ امیر سنی دعوت اسلامی کی جانب سے کوئی مختصر پیغام۔

(۲) **اداریہ** عصری تناظر میں حساس موضوع پر۔

(۳) **نور مبین** قرآن وسنت کے دعوتی وتذکیری منہاج پر مضامین۔

(۴) **استفسارات** قرآن وحدیث اور کتب فقہ کی روشنی میں قارئین کے سوالات کے اطمینان بخش جوابات۔

(۵) **انوارِ سیرت** رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ وتابعین کی حیات وخدمات پر مضامین۔

(۶) **تزکیہ** اصلاحی وتزکیاتی پہلو پر مضامین۔

(۷) **دعوت دین** تبلیغ کیسے ہو اس کے متعلق کسی بھی طرح کا مضمون۔

(۸) **داعیان اسلام** اسلام کے کسی بھی عظیم داعی کی حیات وخدمات کا تعارف۔

(۹) **رضویات** افکار امام احمد رضا پر تحقیقی مقالات ومضامین

(۱۰) **روزن** اہل علم اور دانش وروں کی کتابوں سے مضامین یا اقتباسات جو دعوت وتبلیغ اور اصلاح سے متعلق ہوں۔

(۱۱) **دعوت عام** کسی بھی عنوان پر مفید مضمون

(۱۲) **عظیم مائیں** ان خواتین کا تذکرہ جنھوں نے اشاعت اسلام میں اپنی خدمات پیش کیں۔

(۱۳) **بزم اطفال** بچوں کی نفسیات کو سامنے رکھ کر ان کی تعلیم وتربیت پر مشتمل مختصر مضامین، واقعات وحکایات وغیرہ

(۱۴) **سخن فہمی** کتابوں خصوصاً دعوت وتبلیغ اور اصلاح وتذکیہ سے متعلق کتابوں کا تعارف وخلاصہ یا تبصرہ وجائزہ

(۱۵) **پیش رفت** ملک وبیرون ملک ہونے والی سنی دعوت اسلامی ودیگر اداروں کی دعوتی، اصلاحی، تعلیمی اور فلاحی سرگرمیاں۔

(۱۶) **دعوت نامے** قارئین کے خطوط وتاثرات۔

(۱۷) **منظومات** حمد، نعت ومنقبت وغیرہ

(۱۸) **انعامی مقابلہ** قرآن، حدیث، تفسیر، فقہ اور تاریخ پر مشتمل سوالات

اہل قلم حضرات سے

☆مضمون صاف اور خوشخط، کاغذ کے ایک طرف اور اگر ممکن ہو تو کمپوز کرانے اور نظر ثانی کے بعد بھیجیں۔☆مضمون کے حوالے میں محولہ کتاب، اس کی جلد اور صفحات وغیرہ سے متعلق مکمل اطمینان ضروری ہے۔ان چیزوں کے لکھنے میں صفائی تحریر کا خاص خیال رکھیں۔☆دینی، علمی دعوتی اور اصلاحی موضوعات پر مضامین قلم بند کریں۔اختلافی موضوع پر لکھتے وقت شائستگی اسلوب اور متانت تحریر کا خیال رکھیں۔☆شخصیات اسلام پر لکھتے وقت دعوتی واصلاحی پہلو کو اجاگر کریں۔☆جو مضمون یہاں بھیجیں اسے کسی اور جگہ برائے اشاعت ارسال نہ کریں۔نہ ہی مطبوعہ مضمون بھیجیں، استثنائی صورتوں میں اگر ایسا کریں تو وضاحت ضرور کردیں۔(ادارہ)